

یہ جو وفا کا اعتبار ہے  
پاک سوسائٹی  
ڈاٹ کام  
سعدیہ عابد

## یہ دردناک اعتبار ہے

سعدیہ عابد

اس نے گیلی آنکھوں سے ماں کو آس و امید سے دیکھا۔

”سیشے اپنے کمرے میں جاؤ۔“ بیٹی سائیڈ لے کر اسے شہہ دے نہیں سکتی تھیں اور ویسے بھی اس کی حرکتوں اور اس کے رزلٹ سے ٹالاں تھیں لیکن اسے روتے بھی تو نہیں دیکھتے۔ اس لئے اسے فی الحال منظر سے ہٹا دینے میں، عافیت جانی اور اسے جانے کو کہہ دیا، وہ مڑی اور تقریباً دوڑتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔

”شافع! تم غصہ نہ کرو بیٹا، میں میٹھے

شافع لغاری بہت بری طرح سے اس پر برس رہا تھا اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے تو قدرے دھیمہ پڑ گیا، لیکن ابھی بھی غصہ بھری نگاہیں اسی پر جمی ہیں تو وہ دھیرے سے منمنائی۔

”مجھ سے نہیں پڑھا جاتا، بھا جان!“

”سن رہی ہیں آپ اماں جان! اس کی وجہ سے آج میری اتنی انسلٹ ہوئی، شرمندگی سے نگاہ نہیں اٹھا پا رہا تھا، دو بیپرز میں پاکسنگ مارکس، تین میں فیل ہو گئی ہے۔“ بیٹے کے انتہائی بگڑے ہوئے تیور ان کو بھی قدرے خوفزدہ کر رہے تھے کہ وہ اسی طرح چیخنے چلانے والا ہرگز نہیں ہے،

مکمل ناول



کو سمجھاؤں گی، اس طرح اس کو ڈانٹنے سے وہ تم سے بدظن ہو جائے گی، ابھی تم نے طعنے میں محسوس نہیں کیا مگر وہ کتنا سہم گئی تھی۔“ راحیلہ لغاری نے بیٹے کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور وہ خود کو کنٹرول کرتا ہوا، صوفے پر آ بیٹھا۔

”میٹرک کے بعد سائنس اس لئے چننے کی کہ شاید اسے میڈیکل سے دلچسپی نہ ہو، مگر اسے تو سرے سے ہی دلچسپی ہی نہیں ہے، بابا کی ڈیڑھ کے بعد آپ نے اکیلے ہی سروائیو کیا صرف اپنی ایجوکیشن و خود اعتمادی سے اور آج کل تو گریجویشن کی بھی ڈیمنڈ نہیں ہے اور وہ فرسٹ ایئر اتنی غیر ذمہ داری سے پڑھ رہی ہے تو آگے ہم اس سے کیا امید رکھیں؟ اللہ نے کرے زندگی میں کبھی ہیڈ پیویشنز سے واسطہ پڑا تو وہ کیسے ہینڈل کر لے گی؟ آج کل کی لڑکیوں کی مانند نہ تیز و طرار ہے نہ ہی اس میں خود اعتمادی و بولڈنہس ہے، چند سالوں بعد اس کی شادی کا مسئلہ کھڑا ہو گا تو آپ نے سوچا کہ ہم کس خصوصیت کو بنیاد بنا کر اس کی شادی کریں گے؟ خوبصورتی خوب سیرتی و کردار ہمیشہ سے میجر رول پلے کرتے ہیں لیکن آج کل کے لڑکے ویل ایجوکیٹڈ قدم سے قدم ملا کر ساتھ چلنے والی لڑکیوں کو پسند کرتے ہیں، تعلیم سے اسے دلچسپی نہیں ہے اور دوسرے عوامل سے بھی نا بلد، سمجھ نہیں آتا کہ کروں تو کیا؟“ شائع لغاری کے لفظ لفظ میں سچائی اور بہن کے لئے محبت و فکر تھی۔

”تم زیادہ مت سوچو بیٹا! میں اسے سمجھاؤں گی اور اٹھو فریش ہو کر آؤ میں کھانا لگواتی ہوں۔“ انہوں نے آنسو صاف کرتے ہوئے اسے دیکھا اور وہ سرد سانس خارج کرتا اٹھ کھڑا ہوا۔

”آپ پہلے میٹھے کو جا کر دیکھ لیں، رو رہی

ہوگی، غصہ و ٹینشن میں کچھ زیادہ ہی اسے ڈانٹ دیا۔“ وہ بیٹے کی فکر پر اب کے مسکرا دیں، راحیلہ لغاری کے شوہر کی ڈیڑھ جب ہوئی جب شائع محض گیارہ برس کا اور مشام ایک سال کی تھی کہ وہ بھائی سے پورے دس برس چھوٹی ہے، راحیلہ لغاری کے شوہر کا اپنا بوتیک تھا، راحیلہ لغاری اور وہ کلاس فیلو تھے انہوں نے فیشن ڈیزائننگ میں ماسٹر کیا تھا اور شوہر کی ڈیڑھ کے بعد انہوں نے بوتیک سنبالا اور چند ایک ضروری کورس بھی کیے یوں اپنے بل بوتے پر بچوں کی پرورش کی۔

شائع لغاری نے ٹیکسٹائل ڈیزائننگ میں ماسٹر کیا ہے اور کورسز اس کے علاوہ ہیں مشام کو پڑھائی سے بالکل انٹرسٹ نہیں ہے، اوٹ پٹانک حرکتیں کرنا ایک ہنگامہ مچائے رکھنا اس کا شوق و مشغلہ ہے، شائع جتنا سنجیدہ و بردبار ہے وہ اتنی ہی غیر سنجیدہ و چلبلی ہے، شائع لغاری نے سارا کام خود سنبھال لیا تھا اور اس کی محنت کا ہی صلہ ہے کہ وہ بہت جلد ایک نیا بوتیک لاؤنچ کرنے والا تھا۔

☆☆☆

”میری گڑیا اپنے بھاجان سے اب تک ناراض ہے۔“ دودن سے گھر میں خاموشی ہے کہ ان کی بولتی مینا کمرے سے ہی نہیں نکل رہی اور آج جب وہ واپس آیا تو اسے برآمدے میں نہ پا کر فریض ہو کر اس کے روم میں آ گیا۔

”نہیں۔“ آنکھوں میں آنسو جمع ہونے لگے۔

”آئی ایم سوری مجھے اپنی گڑیا کو ڈانٹا نہیں چاہیے تھا۔“ اس کی رونی صورت دیکھ کر نرمی سے کہا۔

”سوری تو مجھے کرنی ہے بھاجان کہ میری وجہ سے آپ کی اتنی انسٹ ہوئی، بٹ مجھ سے

نہیں پڑھا جاتا۔“ وہ رونے لگی۔

”کیوں نہیں پڑھا جاتا، آخر کیا مشکل لگتا ہے؟ کون سا سبجیکٹ میری گڑیا کو مشکل لگتا ہے؟“ اس کے آنسو پونچھتے ہوئے نرمی سے استفسار کیا۔

”سارے ہی مشکل لگتے ہیں۔“ اس نے منہ بنایا۔

”یہی تو پر اہم ہے گڑیا کہ مشکل سمجھ اور کہہ کر تم نے اس سب کو سر پر سوار کر لیا ہے، ورنہ انسان شوق و ذمہ داری سے کچھ بھی کرے تو وہ خود بہ خود آسان لگنے لگتا ہے اور کامیابی کیسے ملتی پتہ بھی نہیں چلتا۔“ اس نے لمبی چھوٹی سے گلابی ٹاک بکے سے دبائی۔

”میں بہت کوشش کرتی ہوں، گھنٹوں کتابیں کھول کر پڑھتی ہوں مگر کچھ سمجھ ہی نہیں آتا، کامرس تو سائنس سے بھی زیادہ ڈیفیکٹل ہے، سائنس میں تو صرف بائیو مشکل لگتی تھی اور کامرس کے تو سارے سبجیکٹ جان کو آنے والے ہیں، اکاؤنٹنگ اور بزنس میٹھ تو پھر بھی اچھے ہیں، لیکن اکناکس اور اردو تو سخت زہر لگتے ہیں، مجھے نہیں کامرس پڑھنی۔“

”تم نے ٹائمن ٹین میں بھی یہی کیا تھا کہ تم نے سائنس نہیں پڑھنی، لیکن اب فیکٹری چننے نہیں ہو سکتی، اکیڈمی جانی ہو وہاں سمجھ نہیں آ رہا تو میں گھر پر ٹیوٹر کا انتظام کر دیتا ہوں، لیکن ایک پیپر میں بھی نمبر کم آئے یا فیل ہوئیں تو پھر دیکھنا تم شوق سے پڑھو یا زبردستی، پڑھنا تو ہے گریجویشن سے قبل تو تمہاری جان نہیں چھوٹنے والی، پیپر میں فیل ہوئیں تو صرف سال ضائع ہوں گے کہ تم انٹر دو سال میں کر دیا چھ سال میں انٹر بھی کرنا ہے اور گریجویشن بھی، اس لئے اب اٹھو اور فریش ہو جاؤ، رات کا کھانا باہر کھائیں گے۔“ وہ سنجیدگی و

ٹھوس لہجے میں اپنی بات اس تک پہنچاتا گل تھپتھپاتا اٹھ گیا اور اس کے آنسو گرنے لگے کہ وہ اس سے اپنی ہر جا بے جا ضد منوالیتی سے مگر جب وہ سنجیدگی سے کوئی بات کوئی فیصلہ صادر کرتا ہے تو اسے مانتے ہی بنتی ہے اور وہ اگر ذرا سی بھی لچک دکھاتا تو اس نے تو میٹرک کے بعد ہی تعلیم کو خیر باد کہہ دینا تھا مگر براہ قسمت کا کہ اس معاملہ میں نہ بھائی ساتھ ہے اور نہ ماں، اس لئے وہ ان کے آگے مجبور ہے۔

”دیکھو میٹھے ہر بات کا حل رونے سے نہیں نکلتا کہ روتے تو کمزور لوگ ہیں اور میں اپنی بہن کو بہت اسٹرانگ دیکھنا چاہتا ہوں اور تعلیم بہت ضروری ہے اس لئے تمہاری بات نہیں مان سکتا، اس لئے آنسو پونچھ لو کہ تمہیں اور اماں جان بالکل دکھی نہیں دیکھ سکتے۔“ اس نے آنسو صاف کیے پیشانی پر بوسہ دیا اور اس کے کمرے سے نکل آیا کہ اس کا دل بو پھل ہونے لگا تھا اس کی آنکھوں میں اس نے امید ٹوٹی دیکھی تھی کہ جیسے وہ بات مان لے گا اور نہیں مانا تو وہ ہرٹ ہوئی ہے مگر وہ تو اس کے بھلے کے لئے ہی کر رہا ہے اور اس نے ڈنر کے لئے بھی جانے کے لئے منع کر دیا، وہ ان دونوں سے آج کل بات نہیں کر رہی، صبح کالج جاتی ہے، واپس آ کر کھانا کھا کر سو جاتی ہے اور پانچ بجے اکیڈمی تقریباً آٹھ بجے تک واپس ہوتی ہے اور جتنا وقت گھر پر رہتی ہے اپنے کمرے میں ہی رہتی ہے اور نی الحال اسے کچھ کہنے سمجھانے کے لئے شائع نے منع کر دیا ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ وہ خود کوئی فیصلہ کرے، اس نے اپنے بچپن کے دوست کو اسے ٹیوشن دینے کے لئے راضی کر لیا ہے یہ تھا تو بہت مشکل مگر اس نے بہت مشکل سے ہی اسکی اسے میٹھے کو پڑھانے کے لئے راضی کر لیا وہ اور اچھی دن کلاس سے سکیڈز ایئر تک



کلاس فیلو رہے انٹر کے بعد دونوں کے راستے الگ ہو گئے، مگر دوستانہ مراسم میں کوئی فرق نہ آیا، انجی خان نے سی اے کیا ہے اور ابھی آگے مزید پڑھ رہا ہے کہ اس کی پوری فیملی پڑھی لکھی ہے، دونوں بھینس گریجویٹ ہیں اور چھوٹا بھائی ابڑی خان ماسٹرز کر رہا ہے، انجی خان کے فادر کا اپنا بزنس ہے اور وہ کافی رچ فیملی سے تھا۔

☆☆☆

”پڑھائیش کی باتیں کرنی ہیں تو میں جا رہی ہوں، جسے دیکھو یہی ایک موضوع لے کر بیٹھ جاتا ہے، ہم یہاں تمہاری برتھ ڈے سیلبریٹ کرنے آئے ہیں، پڑھنے نہیں۔“

مشام کی دو دوستیں تھیں، رابعہ جو کالج فرینڈ ہے اور نورین جس کے ساتھ میٹرک تک دوستی کلاس فیلو کی حیثیت سے بھی رہی اور آج بھی قائم تھی، نورین کی سالگرہ ہے اس نے ٹریٹ دینے کو کہا تو وہ رابعہ کو بھی ساتھ لے آئی کہ رابعہ لوگ ایک ماہ قبل ہی گلستان جوہر سے ڈینس میں شفٹ ہوئے ہیں اور رابعہ عین اس کے سامنے والے گھر میں رہتی ہے، اس نے رابعہ سے جلنے کا پوچھا تو وہ راضی ہو گئی، ان دونوں کو آدھے گھنٹے قبل شائع لغاری خود چھوڑ گیا ہے، رابعہ نے پیپرز کا پوچھنا ہی چاہا تھا کہ وہ نہایت تپ کر بولی تھی۔ ”او گاڈ! تم آج بھی پڑھائی سے اتنا ہی بھاگتی ہو۔“ نورین ہنسنے لگی۔

”صرف بھاگتی ہوں، بھاگ پاتی نہیں ہوں کہ بھا جان ایسا کرنے نہیں دیتے، مجھے اتنا پڑھا کر نہ جانے ان کو کیا ملے گا؟“ وہ تو بہت چڑی ہوئی تھی نا گواریت سے بولی۔

”تعلیم بہت ضروری ہے، اس کے بغیر معاشرے میں سروائیول ممکن ہی کب ہے؟“ یہ رابعہ نے کہا۔

”اچھا بس رہنے دو، ماں جان اور بھا جان سے آج کل بائیکاٹ چل رہا ہے ایسا نہ ہو کہ تم دونوں بھی اسی بائیکاٹ کا حصہ بن جاؤ۔“ نہایت تپ کر بولی۔

”مڈٹرمز کا اس کا رزلٹ تو پوچھ لو؟“ رابعہ کو شرارت سوچھی۔

”تم زیادہ نہ فضول بات مت کرو رابی اور نور مجھے جانتی ہے میں نے مڈٹرمز اور پرلیمیز بھی کلیئر نہیں کیے۔“ اسے جیسے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا تھا۔

”تین پیپرز میں فیل۔“ اسے تو سن کر دھچکا سا لگا۔

”ہاں تو اردو کی پونٹری سر سے گزرتی ہے، POC تو سر تک پہنچ بھی نہیں پاتا رہ گئی ایکو، اس کا ایجاد کرنے والا میرے سامنے آ جائے تو اسے نہ میں نے سر کے بل کھڑا کر دیا تو کہنا۔“ ان دونوں سے پہلے جارحانہ عزائم بتانی مشام کو دیکھا اور پھر ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنستی ہی چلی گئیں اور ان دونوں کے ساتھ وہ خود بھی ہنس دی۔

”اب جلدی سے کھانے کو آرڈر کرو، ان فضول باتوں نے پہلے ہی دماغ خراب کیا ہوا ہے اور تم دونوں مزید کر رہی ہو۔“ اس نے آنسو ٹشو میں جذب کیے اور وہ دونوں ہی رابعہ کو اپنی بچپن کی شرارتیں بتانے لگیں۔

”نور، اتنی انٹیلی جنٹ تھی کہ ہمیشہ فرسٹ پوزیشن لاتی تھی اور میں تو پاس ہو جاتی تھی یہ بھی منجھڑہ ہی ہوتا تھا۔“ سینڈوچ کھاتے ہوئے وہ نورین کی کسی بات پر مسکرا کر بولی۔

”یہ اتنی کوڑھ مغز نہیں ہے، اگر ذرا سی بھی دلچسپی دکھائے نہ پوزیشن لا سکتی ہے۔“

”او، چھوڑ دو مجھی مجھے کوئی پوزیشن نہیں لانی، اگر بھا جان آج مان جائیں تو میں آج تعلیم کو ٹاٹا

بائے بائے کر دوں۔“ اس نے مزے سے کہہ کر جوس کے سیپ لینا شروع کر دیئے۔

”تمہارے بھا جان، تمہیں جانتے ہیں کہ تم پڑھ سکتی ہو پڑھتی نہیں ہو اس لئے وہ نہیں مانتے، اس لئے میرا مشورہ تو یہی ہے کہ جب پڑھنا ہی ہے تو ایسے تو پڑھو کہ عزت ہو، لگے ماندے پڑھ کر پائینٹ مارکس لانے کا فائدہ؟“ بل پے کرنے کے بعد بولی۔

”مجھے نہ پڑھنا ہے نہ میں پڑھوں گی، کیونکہ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ اگر آج میں سیریس ہو گئی تو بھا جان نے گریجویٹ کو کچھ نہیں سمجھنا، ماسٹرز اور PHD بھی کروالیں گے جیسے خود ابھی تک نہ جانے کیا کیا پڑھتے رہتے ہیں، کتنے ہی تو کورسز کیے ہوئے ہیں، میں تو بھی کوکنگ و کمپیوٹر کورس تک نہ کروں۔“ منہ بنا کر بولی اور سیل فون اٹھا کر شائع کا نمبر ڈائل کیا۔

”بھا جان پندرہ منٹ تک آرہے ہیں۔“ ان دونوں کو اطلاع پہنچائی۔

”تم کیسے جاؤ گی اور آئیں کیسے تمہیں؟“ بیگ میں موبائل ڈالتے ہوئے یکدم خیال آیا تو نورین کو دیکھا۔

”بابا جان چھوڑ گئے تھے اور لینے ذیشان آئیں گے۔“ اس کو بالکل یاد نہ آیا کہ وہ کسی کی بات کر رہی ہے کیونکہ وہ اکلوتی تھی۔

”اپنے فیائسی کی بات کر رہی ہوں اور آؤ جلتے ہیں آج ان سے تمہیں بھی ملو ادوں کی۔“ وہ مسکرا کر بولی، چھ ماہ قبل ہی اس کی اپنے فرسٹ کزن سے ملکتی ہوئی ہے، ان دنوں اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اس لئے وہ شرکت نہیں کر سکتی تھی۔

”ارے اب آ بھی جاؤ۔“ وہ دونوں اس سے آگے بڑھ گئی تھیں، رابعہ نے دھیمے سے آواز

لگائی۔

”ہاں بس آ.....“ وہ کسی چیز کو دیکھنے کے لئے مڑی تھی یکدم رابعہ کی آواز پر تیزی سے پلٹی، کہ دوسری طرف چیئر کھسکا کر اٹھتے ہوئے شخص سے بری طرح ٹکرائی، اسے گرنے سے بچانے کو بے اختیاری میں وہ اس کی کلائی تھام گیا اور وہ اس کے کندھے سے آگلی، رسٹورنٹ کھپا کھپا بھرا ہوا تھا لوگوں نے اس منظر کو کافی دلچسپی سے دیکھا اور وہ تو جیسے سدھ بدھ ہی کھو بیٹھی تھی، اس دیو مالائی حسن کے شاہکار کو یک ٹک دیکھنے لگی، چوڑی پیشانی، بڑی بڑی جھیل سی سیاہ گھنیری آنکھیں، کھڑی لمبی مغرور ناک، بھرے بھرے عنابی ہونٹ اور ہونٹوں سے قدرے اوپر ترشی ہوئی سیاہ مونچھیں، سرخ و سفید رنگت، شہد رنگ اور کالے کس گھنگھریالے بال، اس نے آنکھیں اٹھا کر اس کا جائزہ لیا تھا وہ اس کی بہت زیادہ نزدیک مہنوت سی کھڑی تھی، انجی نے اس کی کلائی آزاد کی اور چند قدم پیچھے ہوا، اس کا ٹرانس ٹوٹا مگر وہ اب بھی خود کو سنبھال نہیں پائی آنکھوں میں بے اختیاری سی اتر آتی تھی اور وہ ناگواری سے اسے دیکھتا یکدم مڑا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا، نورین نے آکر اس کا بازو ہلایا۔

”میٹھے چلو نہ کیا کھڑی رہو گی؟“ وہ غائب دماغی کے عالم سے نکل آئی، ذیشان سے بھی سرسری سا ہائے ہیلو کیا، اس کی کھوئی کھوئی کیفیت شائع لغاری نے محسوس کی اس کا خیال تھا کہ شاید وہ ابھی تک ناراض ہے بھی اس سے پوچھا۔

”میٹھے! ناراضگی کا فیملی نہیں ہو گئی ہے؟“ ”میں آپ سے اور ماں جان سے بھی ناراض نہیں ہو سکتی۔“

”پھر ہم سے ہی بات کیوں نہیں کر



رہیں؟“ اس کو گہری نظروں سے دیکھا  
 ”ماں جان کہتی ہیں کہ میں بوی ہو گئی  
 ہوں، کالج اسٹوڈنٹ ہوں اس لئے مجھے پورڈ  
 نی ہو کرنا چاہیے، ساری بچوں والی حرکتیں ترک  
 کر دینی چاہیے اور آج کل میں یہی کہیں کر  
 رہی ہوں۔“ اس نے نہایت سنجیدگی سے کہا تو  
 اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔  
 ”میچورڈ نی ہیو کرنے میں اور ہائی کاٹ  
 کرنے میں فرق ہوتا ہے۔“

”مجھ سے نہ جھوٹ بولا جاتا ہے اور نہ بن  
 بن کر، اس لئے میں اب زیادہ تر کمرے میں  
 رہنے کی کوشش کرتی ہوں کہ میں یہ نہیں کر سکتی بھا  
 جان کہ کہنا کچھ ہو اور کہوں کچھ، کرنا کچھ ہو اور  
 کروں کچھ۔“

”یہ تم سے کس نے کہا کہ تم جھوٹ بولو، یا  
 ایسا کچھ کرو جو تم نہیں کرنا چاہتیں۔“ اس کا رخ  
 اپنی طرف موڑا۔

”آپ نے بھی اور ماں جان نے بھی، میں  
 پڑھنا نہیں چاہتی مگر آپ دونوں ہی مجھے پڑھانا  
 چاہتے ہیں اور میں شرارت کرنا چاہتی ہوں کھل  
 گر ہنسنا چاہتی ہوں، جھولا جھولنا، گنگنا چاہتی  
 ہوں، ماں جان اور آپ کو تنگ کرنا، ضدیں کرنا  
 چاہتی ہوں، مگر بھی آپ تو کبھی ماں ان مجھے  
 روک دیتی ہیں، ہنستی ہوں تو ماں جان کہتی ہیں کہ  
 لڑکیوں کو اتنے زور سے نہیں ہنسنا چاہیے، میں  
 اب کوئی سٹرا ہوا بد دماغ سا بزنس مین تھوڑی  
 ہوں جو محض زیر لب مسکرانے پر ہی اکتفا کر کے  
 بیٹھ جاؤں، انسان کے اندر کی خوشی تو کھلکھلاہٹ  
 کے ذریعے ہی باہر آتی ہے۔“ وہ چاہ کر بھی اپنی  
 ہنسی روک نہیں سکا۔

”آپ کو ماں جان کبھی نہیں منع کرتیں اور  
 خود آپ بھی تو یوں بے ساختہ شاز و نادر ہی ہنستے

ہیں اور ماں جان چاہتی ہیں کہ میں بھی آپ کی  
 طرح سنجیدگی و متانت اور ذہانت کا پیکر بن  
 جاؤں، مگر میں مشام لغاری ہوں، شافع لغاری یا  
 کوئی بھی ایکس وائی زیڈ نہ میرے جیسا ہو سکتا  
 ہے اور نہ ہی میں کسی کی طرح بن سکتی ہوں، مگر  
 ماں جان کو یہ نہیں سمجھ آتا، وہ چاہتی ہیں کہ میں  
 آپ کی طرح اعلیٰ تعلیم حاصل کروں، خود ان کی  
 طرح گھریلو کاموں میں طاق ہو جاؤں، مگر نہ مجھ  
 سے پڑھا جاتا ہے اور نہ ہی گھر کے کاموں سے  
 مجھے دلچسپی ہے، میں جسٹ اپنی لائف انجوائے  
 کرنا چاہتی ہوں۔“ وہ ناک چڑھا کر بولتی اسے  
 بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر رہی ہے۔

”تم جو جیسے کرنا چاہتی ہو، تم ویسا ہی کرو کہ  
 تم سے ماں جان نے وہ سب چھوڑنے کو نہیں کہا  
 وہ تمہیں صرف سمجھاتی ہیں تاکہ تم کچھ سمجھاؤ ہو  
 چاؤ ورنہ تو ہمیں بھی اپنی بولتی شرارتی مینا ہی اچھی  
 لگتی ہے، تمہیں کسی کام سے نہیں روکا جائے گا تم  
 ہمیں تم پر بھروسہ ہے کہ تم کبھی کچھ غلط نہیں کرو گی،  
 رہ گئی بات پڑھائی گی، یہاں میں کپور و ماٹز نہیں  
 کروں گا کہ شرارتیں ایک عمر اور وقت کے ساتھ  
 خود بہ خود سنجیدگی کے قالب میں ڈھل جاتی ہیں  
 اور تعلیم انسان کے ساری زندگی کام آتی ہے، اس  
 لئے تم اپنے سارے شوق جاری رکھو مگر ہماری  
 ایک بات کو مان لو۔“ اس کو پیار سے دیکھا۔

”لیکن بھا جان میرا انٹرسٹ نہیں ہے  
 پڑھائی میں، میرا اپنی مشکل مشکل کتابیں دیکھ کر  
 بی پی ہائی ہونے لگتا ہے، میں آپ کی خاطر کچھ  
 گورسز.....“

”تعلیم کا نعم البدل کوئی چیز نہیں ہوتی، تم  
 دل لگا کر نہیں پڑھ سکتیں، بے دلی سے پڑھتی رہو  
 مگر پڑھنا ضروری ہے۔“ وہ اب کے زور دے  
 کر بولا۔

”اور اگر فیل ہو گئی تو آپ نے کلاسز ریٹ  
 جو کر داتے رہنا ہے اس کا کیا؟“ اس نے حلقی  
 سے بھائی کو دیکھا۔

”تم اگر مجبور ہو تو میں مجبور ہوں، تم جسٹ  
 کوشش کرو اور میں نے اپنے دوست سے بات  
 کر لی ہے، وہ تمہیں روز رات نو سے گیارہ تک  
 پڑھا دیا کرے گا، اس طرح تم کم از کم پانکنگ  
 مارکس تو لے ہی آؤ گی اور تمہیں کلاس ریٹ نہیں  
 کرنا پڑے گی۔“ اس کی آنکھیں حیرت و بے یقینی  
 سے کھل بی گئیں وہ کچھ بول بھی نہ پائی۔

”اجبھی کل سے آئے گا۔“  
 ”واٹ میں نہیں پڑھوں گی۔“ وہ حیرت  
 سے نکل کر چلائی اس نے ناگواری سے اسے  
 دیکھا مگر وہ اب غور کر رہی تھی۔

”اجبھی نو بجے آئے گا اور وہ وقت کا بے حد  
 پابند.....“

”میں نہیں پڑھوں گی، میں پڑھنا نہیں  
 چاہتی اور آپ اتنا ہی مجھے اس طرف تھپیٹ  
 رہے ہیں، صبح کالج شام اکیڈمی، ماں جان الگ  
 پڑھاتی ہیں اور اب رات کو بھی، مجھے پڑھنے کی  
 تشویش نہیں بننا۔“ وہ رونے لگی۔

”صرف تین ماہ کی بات ہے اور میں نے  
 اچھی کو بمشکل راضی کیا ہے اور تم نے اس سے  
 سیریس ہو کر پڑھنا ہے، مجھے کسی قسم کی شکایت  
 نہیں ملنی چاہیے اور نو کا مطلب ہے نو کیونکہ اچھی  
 وقت کا بے حد پابند ہے، گھڑی کی سوئیوں سے  
 چلتا ہے اور میٹھے اس کے سامنے میری انسلٹ  
 نہیں ہونی چاہیے۔“ وہ نہایت سختی سے کہہ کر  
 صوفے سے اٹھا اور اس کو ہونق چھوڑ کر باہر نکل  
 گیا۔

”آ تو جائیں وہ مسٹر اچھی خان دودن میں  
 نہ بھگا دیا تو میرا بھی نام مشام لغاری عرف میٹھے

نہیں۔“ بھائی نے لائف میں تھرڈ ٹائم اس سے  
 یوں سختی سے بات کی ہے، اول میٹرک کارزلٹ  
 دیکھ کر دوئم فرسٹ ایئر کے میڈمز کارزلٹ دیکھ کر  
 اور ایک آج، اس نے آنسو گڑتے ہوئے چڑ کر  
 سوچا مگر آنسو تھے کہ نکلے ہی جا رہے ہیں، اس  
 نے پلان بنائے اور ریفوز کیے مگر کوئی بھی منصوبہ  
 اؤ کے نہیں ہوا اور پڑھنے کی گھڑیاں نزدیک آ  
 گئیں۔

☆☆☆

”عابدہ، میٹھے کو فوراً اسٹڈی میں بھیجو، اس  
 کے ٹیوٹر آنے والے ہیں۔“ نو بجنے میں دس منٹ  
 تھے جب شافع نے ملازمہ کے ذریعے اسے بلا  
 بھیجا، اس نے ملازمہ سے آنے کو کہا اور خود ہاتھ  
 لینے کھس گئی، نو بجنے میں پانچ منٹ تھے جب وہ آ  
 گیا۔

”تھینکس یار! میٹھے کو تم پڑھاؤ گے تو مجھے  
 امید ہے کہ وہ اچھے نمبروں سے پیپر کیئر کر لے  
 گی، ورنہ تو مجھے اس کے پاس ہونے کی امید نہیں  
 تھی۔“ اس نے دوست کو تشکر بھری نگاہ سے  
 دیکھا۔

”اب بار بار تھینکس مت کہو کہ میں نے  
 اپنے بڑی شیڈول سے صرف تمہاری خاطر وقت  
 نکالا ہے، مگر تم مجھے شرمندہ کرنے کے ساتھ ڈرا  
 بھی رہے ہو، ایسا لگ رہا ہے کہ جان مشکل میں  
 آنے والی ہے۔“ وہ قدرے سنجیدگی سے لیکن  
 صاف گوئی سے بولا۔

”اب ایسی بھی بات نہیں ہے، میٹھے کو  
 پڑھنے کا شوق نہیں ہے وہ پڑھائی سے بہت  
 بھاگتی ہے، لیکن کافی تھینکس ہے، ذرا سی توجہ سے  
 سمجھ۔“

”بات یہی ہے کہ توجہ دیں گی تو میں پڑھا  
 پاؤں گا کیونکہ کند ذہن لوگ بھی توجہ دیں تو اچھے







سنبھالتا ہوا بولا اس نے "۱۰۰ کی بک اور نوٹ بک اوپن کر دیں اور اس نے فرسٹ پیپر نکالا، سنبھانا شروع ہی کیا تھا کہ اس نے ہیکنا شروع کر دیا۔

"آئی ایم سو... آ آ مہی۔" اس نے معذرت کرنا چاہی تھی مگر ایسا کر نہیں سکی، اس کو غصہ آنے لگا کہ آج اسے بہت ضروری کہیں جانا تھا، مگر وہ شائع سے کنڈٹ کر چکا تھا اس لئے امپورٹنٹ کام چھوڑ کر آیا اور وہ ایک گھنٹے لیٹ آئی اور اب بری طرح تھکی مارتی اسے سخت ایری ٹیٹ کر رہی ہے، اس نے ناک رگڑتے ہوئے اسے دیکھا ضبط کے مارے اس کا چہرہ متغیر ہو رہا تھا، مگر ایک اور آنے والی چھینک اس کا جائزہ لینے کی راہ میں رکاوٹ بن گئی، اس سے پہلے کہ اس کی برداشت جواب دیتی اس نے بالوں سے کچر نکالا اور لپٹے ہوئے بال کھول دیئے، اس نے مشام کی اس حرکت کو پہلے سے زیادہ ناگواری سے دیکھا اس نے لان کا پرغڈ دوپٹہ جو شانوں پر پھیلا یا ہوا تھا سر پر ڈال لیا۔

"آئی ایم سوری، رات میں نہانے اور گیلے بال تو کبھی بھی باندھ لینے پر مجھے زکام ہو جاتا ہے، اکیں سوری۔" اس نے شرمندگی سے بتایا اور وہ خود کو کمپوزڈ کرتا اسے پڑھانے لگا۔

"او کے مس مشام کل نو بجے ملاقات ہوگی اور پلیز آپ ٹائم کا خیال رکھیے گا۔" اسے کتابیں بند کرنے کا کہہ کر رسمی سا کہا اور گیارہ بجاتی گھڑی کو دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور اس کے کچھ کہنے سے قبل ہی اسٹڈی کا کھلا دروازہ عبور کر گیا۔

"تمہیں میٹھے نے زیادہ تنگ....."

"نی الحال کچھ بھی کہنا قبل از وقت ہو گا اور اب تمہاری سسٹر میری اسٹوڈنٹ ہے اور میری کوشش تو یہی ہو گی کہ میری اسٹوڈنٹ اچھے

نمبروں سے پاس ہو، مگر ایک بات ابھی سے بتا دوں کہ مس مشام بالکل بھی انٹرسٹ نہیں لے رہی تھیں یوں ٹیل ہو رہا تھا کہ جیسے میں انہیں نہیں کسی اور کو پڑھا رہا ہوں، یا خود سے بات کر رہا ہوں۔" اس نے پہلے ہی موقع پر صاف کہہ دیا۔

"ہاں، یہی تو کرتی ہے وہ، ماں جان اور میں نے خود اسے پڑھانے کی کوشش کی مگر اس کی غائب دماغی عروج پر ہی رہی اوپر سے کچھ کہو تو رونے بیٹھ جاتی ہے، تمہارے سامنے بھی روتی ہی رہی ہو گی کہ آج تو اسے دیر کرنے پر ڈانٹ بھی پڑی تھی۔" وہ دوست سے بات کرتا ہوا گیراج تک آ گیا۔

"میں تو اس کا ردنا برداشت نہیں کر پاتا اس لئے نرم پڑ ہی جاتا ہوں بٹ تم نے اسے ذرا سختی سے پڑھانا ہے، ذرا بھی نرمی دکھاؤ گے تو وہ پھر ہاتھ نہیں آئے گی، اموشنلی بلیک میل کرنے میں میٹھے کو ملکہ حاصل ہے۔" اس نے ہلکے سے قہقہہ لگایا اور وہ صرف اس کے خیال سے مسکرا دیا اور اس سے ہاتھ ملاتا گاڑی میں بیٹھ گیا اور مشام تھکا تھکا سا اندر آ گیا کہ ابھی تو اسے کھانا کھلانے پر بھی محنت کرنی ہے، اس نے شائع کی نہیں ماں کی بات مان کر کھانا تو کھالیا مگر عادت کے خلاف کرنے اور مستقل رونے کی وجہ سے اسے صبح تک تیز بخار اور شدید قسم کے فلو نے آلیا کہ وہ دونوں ہی پریشان ہو گئے اور ایک ہفتہ بعد جب وہ مکمل صحت یاب ہوئی تو انجمنی دوبارہ چلا آیا اور بھائی کے ساتھ ماں کی بھی سختی کا نتیجہ تھا کہ وہ آج پورے نو بجے اسٹڈی میں موجود تھی اور وہ راحیلہ لغاری کو سلام اور دوست سے مصافحہ کرتا اسٹڈی میں آ گیا، وہ اس کو دیکھ کر کھڑی ہو گئی اور سلام کیا، بلیک کاشن کے سوٹ میں دھلے ہوئے چہرے کے ساتھ وہ اس شب سے کافی مختلف لگی

اور اس نے اسے بیٹھنے کو کہا اور خود بھی بیٹھ گیا اور پڑھانے لگا۔

"میں نے ابھی جو کچھ آپ کو سمجھایا اسے ری پیٹ کریں۔" قلم رکھ کر وہ صوفے سے ٹپک لگا کر بیٹھ گیا اور وہ گڑ بڑا کر انگلیاں مڑوڑنے لگی۔

"دیکھئے، مس مشام میں بہت بڑی بندہ ہوں، آپ کو صرف شائع کی وجہ سے پڑھانے آ رہا ہوں جس کی وجہ سے میرا شیڈول بہت ڈسٹرب ہو جاتا ہے اور اس پر آپ کی بے توجہی، مجھے سخت ایری ٹیٹ کر رہی ہے، آپ کو پڑھنا ہے تو کہیے، ورنہ میں چلا جاتا ہوں۔" اس کے تھکے لہجے پر اس کا روشن چہرہ تاریک ہونے لگا، آنسو گرنے لگے اور اس کی برداشت بھی بھک سے اڑ گئی اور وہ جانے کو اٹھ گیا اس سے پہلے وہ وہاں سے نکلتا کہ وہ حواسوں میں لوٹی اسے آواز دے گئی۔

"سر! آپ پلیز اس طرح جائیں گے تو بھا جان، مجھ پر غصہ ہوں گے۔" پلیٹ کر اسے دیکھا وہ بے حد شرمندہ و ڈری ہوئی سی لگی وہ واپس اپنی جگہ پر آ بیٹھا اور سینٹرل ٹیبل سے جگ اٹھا کر گلاس میں پانی ڈال کر اس کے سامنے رکھا اور وہ خاموشی سے اٹھا کر پینے لگی، اس کے گلاس واپس رکھتے ہی اس نے سلسلہ دوبارہ جوڑ دیا۔

وہ جانتا تھا کہ وہ مارے باندھے بیٹھی ہے اور اس نے جو کچھ پڑھایا، سمجھایا اسے سنا ضرور سمجھا کچھ نہیں اس کے باوجود بھی وہ اسے یہ کہہ گیا کہ "مشام کل جب میں آؤں گا آپ آج کا لیسن ری پیٹ کریں گی اور ہم اس کے بعد آگے بڑھیں گے اور آج کے لئے بس اتنا ہی کافی ہے۔" وہ ڈیڑھ گھنٹے بعد ہی صرف اس کے خیال سے جانے کو اٹھ گیا اور وہ اسے جاتے دیکھتی رہی

اور اس کے غائب ہوتے ہی اس نے سکون کا سانس خارج کیا۔

☆☆☆

"اشجعی، کیسا پڑھا رہا ہے؟" راحیلہ اس کے بالوں میں تیل ڈالتے ہوئے پوچھنے لگی۔

"مجھے نہیں پتہ، مجھے کچھ سمجھ نہیں آتا، مجھے تو سر سے شرمندگی ہوتی ہے، وہ مجھے پڑھاتے رہتے ہیں اور مجھ سے کوئی سوال کر لیں تو مجھے اس کا جواب نہیں آتا اور ان کی نظریں مجھے شرمندہ کر دیتی ہیں، آپ بھا جان سے کہیں وہ انہیں آنے سے منع کر دیں، میں خود ہی پڑھ لوں گی۔" وہ بیٹی کے لہجے میں بھی شرمندگی صاف محسوس کر رہی ہیں۔

"جب استاد کی موجودگی میں نہیں پڑھ پا رہیں تو خود سے کیسے پڑھ پاؤ گی؟ اب تو ویسے ہی پیپرز میں بھی دو ماہ ہی رہ گئے ہیں۔" اس نے گردن ترچھی کر کے ماں کو دیکھا، وہ کتنی افسردہ لگیں۔

"بلیوی ماں جان، میں جان کر نہیں کرتی، کتابوں سے ہی مجھے وحشت سی ہوتی ہے۔" اس نے ماں کے ہاتھ تھامے۔

"تم دل سے کرنا چاہو گی تو بہتری آئے گی نہ، کیونکہ جو لوگ پڑھتے ہیں وہ تمہارے جیسے ہی ہوتے ہیں، کوئی الگ دنیا کے باسی تو نہیں ہوتے۔" اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی کہ ملازمہ چلی آئی۔

"بیگم صاحب! میٹھے بی بی کے ٹیچر کا فون تھا آج وہ چار بجے تک آئیں گے۔" سنڈے کو اگر وہ فارغ ہوتا تو وہ آ جاتا ہاں آنے سے تقریباً ایک گھنٹہ قبل اطلاع دے دیتا تھا اب تو ویسے بھی تین دن نہیں آتا تھا کہ اس کو کانفرنس کے سلسلے میں اسلام آباد جانا تھا ورنہ سنڈے کو وہ بہت کم ہی



ہوئے منہ بنا کر بولی تو انہوں نے مٹر ٹائم کہنے پر اسے ڈپٹا اور استاد کے حقوق و فرائض پر لمبا لیکچر دینے ہی لگیں تھیں کہ وہ جھپاک سے کمرے سے نکل گئی۔

”میرے سر آنے والے ہوں گے، میں جا کر شاور لے ہی لیتی ہوں۔“ وہ اس کی چالاکی پر مسکرا دیں، اس نے شاور لیا اور رابعہ کے گھر جانے کے خیال سے ڈھنگ کا سوٹ پہن لیا، بال سلجھا ہی رہی تھی کہ عابدہ سر کے آ جانے کا پیغام لے کر آ گئی۔

”تم سر کو لاؤنج میں بٹھا دو کہ اسٹڈی کا اے سی خراب ہو گیا ہے اور آج تو ضرورت سے زیادہ گری ہے۔“ وہ سر ہلاتی باہر نکل گئی، اس نے گیلے بال یونہی پشت پر کھلے چھوڑے اور شفون کا دوپٹہ اوڑھ کر باہر نکل آئی لمحہ بھر کو انجی کی نگاہ ٹھٹک گئی کہ وہ مرجنڈا کمر کے اسٹائلس سوٹ میں کافی دلکش اور روز کے حساب سے ڈیفرنٹ بھی لگ رہی ہے کہ وہ اکثر بھاگم بھاگ اسٹڈی تک پہنچتی ہے اور دوپٹہ گھر میں لینے کی عادت نہ لینے کے برابر ہے اس لئے وہ زیادہ تر ٹراؤزر اور ڈھیلی ڈھائی شرٹ میں، شرٹ سے بالکل الگ رنگ کا دوپٹہ لئے ہوئی ہے اور اتنے دنوں میں فرسٹ ٹائم اسے شلوار میض اور ہم رنگ دوپٹہ میں دیکھا ہے اور اس کی خوبصورتی تو جیسے آنکھوں کو خیرہ کیے جا رہی تھی اور شفون کے دوپٹہ میں سے جھانکتے اخروئی رنگ کے بال، بلاشبہ اس کے بال بہت لمبے اور خوبصورت سٹائلس تھے اتنے دنوں میں اس نے پہلی بار اس کا جائزہ لیا تھا اور وہ کنفیوژ ہو گئی تھی اسے جیسے ہی اپنی غلطی کا احساس ہوا، نظر کا زاویہ بدلتا صوفے پر ٹپک گیا۔

”میرا خیال ہے کہ آج ہمیں کچھ نیا پڑھنے کی بجائے پرانا ریوئس کر لینا چاہیے، سر پرائز

آتا ہے اور آج بھی یہ وقت کافی مشکل سے نکالا ہے وہ بھی آنے والے دنوں پہنچی کرنے کے خیال سے۔

”آپ فون کر کے منع کر دیں، آج تو میرا بالکل موڈ نہیں ہے، ایک دن پھنسی کا ملتا تھا اس میں بھی وہ آ جاتے ہیں اور آج تو رابعہ کی برتھ ڈے بھی ہے مجھے وہاں بھی تو جانا ہے۔“ اس کے بال باندھتے ہوئے انہوں نے اس کی بات پر افسوس سے سر جھٹکا۔

”انجی چھ بجے تک چلا جائے گا، پھر تم رابعہ کی طرف چلی جانا۔“ چٹیا باندھ کر پونی اس کے بالوں میں لگائی۔

”رابعہ کے ہاں مجھے پانچ بجے تک جانا ہے، رابی کیونکہ اپنی ٹیم کی کے ساتھ P-C میں ڈنر کے لئے جانے والی ہے اور مجھے ساتھ جانے کو بھاجان نے منع کر دیا ہے اور یہ آرڈر بھی انہوں نے ہی جاری کیا ہے کہ میں رابی کو چھ بجے سے پہلے وٹ کر کے آ جاؤں۔“ شائع لغاری کی طرف سے اس کو ادھر ادھر اور دوستوں کے گھر جانے کی اجازت نہیں تھی اس کی بہن اس کی ذمہ داری تھی اور وہ اس کی حفاظت کے لئے ہر وہ اقدام کرتا ہے جو بہتر سمجھتا ہے، اس نے انجی کو اس کا ٹیوٹر بہت سوچ سمجھ کر منتخب کیا ہے کہ وہ دوست کے اعلیٰ کردار کا خود معترف ہے، اس کی بات پر وہ کچھ دیر کے لئے خاموش رہ گئیں۔

”اب فون کر کے منع کرنا اچھا نہیں لگے گا، اس لئے ایسا کرو کہ تم رابعہ کے ہاں ابھی چلی جاؤ۔“ انہوں نے سیدھا سا حل نکالا جسے اس نے فوراً ہی ریوز کر دیا۔

”ابھی تو آپ نے تیل ڈالا ہے ایسے تو جا نہیں سکتی اور جتنی دیر میں شاور لے کر تیار ہوں گی وہ مٹر ٹائم چلے آئیں گے۔“ وہ کھڑے ہوتے



ٹیسٹ ہو جائے؟“ وہ خود کو کمپوزڈ کر چکا تھا اپنے مخصوص انداز میں کہتا اس کی جان ہی نکال گیا اس کے چہرے پر سرعت سے پھیلنے خوف کو اس نے صاف دیکھا۔

”نوٹ بک مجھے دیں، میں کو کچین لکھ دیتا ہوں۔“

”سر پلیز میں آپ کو کل ٹیسٹ دوں؟“

”کل اور آج میں کیا فرق ہے؟“ جرح کی گئی۔

”وہ سر! میری پریپریشن نہیں ہے اور آج میری فرینڈ کی برتھ ڈے بھی ہے تو مجھے اسے دس کرنے جانا ہے، آئی پراس میں کل ٹیسٹ دے دوں گی۔“ اس نے جیسے منت کی تھی۔

”اوکے، بٹ کل نہیں کہ میں اب تین دن تک تو کم از کم نہیں آؤں گا اور اتنے دن آپ کو تیاری کے بھی مل جائیں گے لیکن ایک بات ہے کہ آپ نے ٹیسٹ اچھا نہیں دیا تو میں کوئی رعایت نہیں دوں گا، یہ یاد رکھیے گا اور تیاری ضرور کر لیجئے گا ابھی فی الحال جو پڑھنا ہے وہ نکال لیں۔“ وہ اس کے لئے اب تک ایک سخت گیر استاد ہی ثابت ہو رہا ہے کہ اس کے بے توجہی محسوس کر کے ڈپٹ دیتا ہے، یہ اور بات ہے کہ ہر تیسرے لمحے اس کی بے توجہی عروج پر ہوتی ہے شائع کا خیال نہ ہوتا تو وہ کب کا اسے بائے بائے کر چکا ہوتا۔

”آج اردو پڑھیں۔“ وہ اتنے جوش سے بولی کہ اس نے بھی یہ سوچ کر حای بھر لی کہ اسے شاید اردو میں انٹرسٹ ہو، لیکن اس خیال پر چند لمحوں میں ہی پانی پھر گیا کہ اتنے برے اور نا سمجھ آنے والے امپریشن اس نے پچھلے دو ہفتوں میں نہیں دیئے تھے جتنے آج دے رہی ہے۔

”آپ کو اردو بھی سمجھ نہیں آتی؟ مادری زبان بھی جبکہ اردو ہی ہے۔“ غصہ سے اسے دیکھا۔

”اردو تو مجھے POC بھی زیادہ بری لگتی ہے۔“ وہ منمنائی۔

”شٹ اپ آپ کو POC اور ایکویٹی نہیں سارے ہی مضامین سے ایک خاص قسم کی چڑ ہے۔“ وہ بری طرح کھولتا درخشگی سے کہہ گیا تو اس کے آنسو گرنے لگے۔

”اسٹاپ مشام، آپ کوئی فرسٹ کلاس کی اسٹوڈنٹ نہیں ہیں، جو یوں رونے بیٹھ جاتی ہیں اور میں نے آپ کو جو بھی سمجھایا آپ کے جتنا سمجھ میں آیا اسے ری پیٹ کریں۔“ اس کے رونے میں اضافہ ہونے لگا تو وہ بری طرح چڑ گیا۔

”آپ میرے کوچمن کا آنسو دے رہی ہیں یا میں جاؤں؟“ اس نے اسے دیکھا اس کے چہرے کے تاثرات نہایت سرد و نا سمجھ آنے والے تھے، اس نے جلدی سے آنسو پونچھ ڈالے یہ اور بات ہے کہ آنسو مستقل ہی گر رہے تھے۔

”پہلے شعر پڑھیں اور اس کے بعد تشریح کریں۔“

”بول کر بتا نہیں سکتیں تو لکھ کر دے دیں، ہری اب۔“ اسے لگا کہ وہ رونے کی وجہ سے بول نہ پائے گی تو اس لئے دوسرا آپشن رکھا۔

”میں پانی..... پانی پی آؤں؟“ وہ اس کے سامنے رونا نہیں چاہ رہی تھی اس لئے وہاں سے بھاگنا چاہا اور اس کے ہاں کہنے پر وہ ابھی اور ڈرائینگ روم سے نکل کر لاؤنج میں آگئی، فی وی دیکھتا شائع بری طرح چونکا اور ریوٹ صوفے پہ ڈالتا اس تک آیا۔

”میشے، کیا ہوا ہے چندا؟“ اس کی نگاہ کھوجتی ہوئی اور لہجہ تشویش سے پڑ تھا۔

”وہ بھا جان، سر..... سر نے مجھے ڈانٹا ہے، میں اب ان سے نہیں پڑھوں گی وہ مجھے ذرا سی بے توجہی پر بری طرح ڈانٹتے ہیں۔“ اس کی آواز اتنی تیز ضرور تھی کہ ڈرائینگ روم میں بیٹھے انجی تک بھی بہ خوبی پہنچ گئی اور وہ صوفے سے اٹھ گیا۔

”میشے تمہیں ذرا سی بے توجہی جو لگتی ہے میں جانتا ہوں وہ ذرا سی نہیں ہوتی، اب تک جتنی بھی ٹیچرز تمہیں پڑھانے آئیں تیسرے ہی دن بھاگ کھڑی ہوئیں اور انجی صرف میری دوستی کے خیال سے ٹکا ہے اس لئے بچوں جیسی حرکتیں کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ پانی پلا کر اس کے آنسو پونچھے۔

”آپ تو مجھے بھائی کہتے ہی نہیں ہیں، بھائی کیا ایسے ہوتے ہیں ہر وقت ڈانٹنے والے اور آپ نے دوست کو بھی خود ہی ہدایت کی ہوگی کہ وہ مجھے ڈانٹتے ہی رہیں اسی لئے وہ سمجھانے کے ساتھ ساتھ ڈانٹ ڈپٹ بھی کرتے رہتے ہیں، میں آپ کی اور آپ کے دوست کی ماں جان سے شکایت لگاؤں گی۔“ وہ آخر میں دھمکیوں پر اتر آئی۔

”اچھا بابا کر لینا ابھی تو اندر جاؤ، تمہارے سر انتظار کر رہے ہوں گے۔“ وہ اس کے معصوم انداز پر نرمی سے بولا۔

”ایسا کرو منہ دھو کر جانا، سمجھ تمہیں پہلے ہی نہیں آتا اب تو دماغ ٹھکانے پر بھی نہیں رہا ہو گا۔“ اس کی سرخ ناک اور گلابی آنکھیں دیکھ کر شرارت سے کہا۔

”میرے بدلے آپ جا کر منہ دھولیں اور اب مجھ سے بالکل بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے، آپ سے میں بالکل بات نہیں کروں گی اب۔“ وہ آنسو رگڑتی اس کی ٹھکی سے دیکھتی

آنچل کے پلو سے چہرہ صاف کرتی چند قدم کا فاصلہ عبور کرتی ڈرائینگ روم میں داخل ہو گئی۔

”نہ جانے اس لڑکی کو کب عقل آئے گی؟“ چینل بدلتے ہوئے شائع نے سوچا کہ وہ تو اس کو یوں روتے دیکھ کر حقیقتاً پریشان ہو گیا تھا، وہ اسے دیکھ کر صوفے پر بیٹھ گیا اور کتاب اس کی طرف بڑھائی۔

”پلیز سبق سنائیں۔“ اس نے ادھ کھلے لب بھیج لئے اس سے پہلے کے وہ شعر پڑھتی کہ اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے رکنے کو کہا اور سیل فون کان سے لگا لیا۔

”سلام بابا جان!“ دوسری جانب سے نہ جانے کیا کہا گیا کہ وہ کھڑا ہو گیا۔

”آپ فکر نہ کریں بابا خان، میں کچھ دیر میں ہی نکلتا ہوں، انشا اللہ چار سے پانچ گھنٹوں میں آپ سے ملتا ہوں، وسلام۔“ اس نے نہایت ادب سے کہا اور لائن کاٹی۔

”مجھے ارجنٹ لی گاؤں کے لئے نکلتا ہے، اس لئے اجازت۔“ اس نے مڑ کر حیران پریشان ہونق بنی، مشام کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”سر! سب ٹھیک تو ہے؟ آپ مجھے کچھ پریشان.....“

”انشا اللہ تین سے چار دن بعد آؤں گا اور آپ ٹیسٹ کی تیاری رکھیے گا بابائے۔“ جھک کر گاڑی کی چابی ٹیبل سے اٹھائی اور مضبوط قدم اٹھاتا لاؤنج تک آیا۔

”بابا خان کا فون تھا، گاؤں میں کوئی مسئلہ ہو گیا ہے اس لئے مجھے فوراً وہاں کے لئے نکلنے کو کہا ہے، میں چار دن تک نہ آیاؤں گا کہ یہ گاؤں نہ جانا ہوتا تو بھی مجھے کانفرنس کے سلسلے میں تو جانا ہی تھا۔“ اس نے شائع سے مصافحہ کیا اور چند ضروری باتیں کرتا وہ غلٹ میں باہر نکل گیا۔



اجنبی کا تعلق ڈیرہ غازی خان سے تھا، دو بہنوں سے چھوٹا تھا، دونوں بہنیں میر ڈھیس، اس سے چھوٹا ایک بھائی تھا، اجنبی کے والد شجاع خان نے دو شادیاں کی تھیں، دوسری بیوی سے دو چڑواں بیٹیاں تھیں، دونوں اجنبی سے چھوٹی تھیں اجنبی کی والدہ حیات تھیں، جبکہ سوتیلی والدہ آٹھ سال پہلے ہی فوت ہوئی تھیں، رمزی، عنزی سیکنڈ ایئر کی طالبات ہیں، جڑواں ہونے کی وجہ سے دونوں کے خیالات پسند و ناپسند بھی بہت ملتی ہے دونوں کو ہی ڈاکٹر بننے کا جنون کی حد تک شوق ہے۔

☆☆☆

”بابا خان، جذبات وغیرت میں آکر کوئی غلط فیصلہ نہ لیں، میں رمزی کو جانتا ہوں وہ ایسا کچھ کر ہی نہیں سکتی۔“ ساری تفصیل سن کر وہ یقین سے بولا کہ فون پر انہوں نے کچھ نہ بتا کر صرف آنے کا حکم جاری کیا تھا۔

”لالہ خان، اتنے یقین سے کچھ مت کہیں کہ سارے ثبوت رمزی کے خلاف جاتے ہیں۔“ ابزئی خان درخش سے مگر ادب ملحوظ رکھ کر بولا۔

”میں ثبوت دیکھنا چاہوں گا اور رمزی سے بھی بات کرتا ہوں، خدا نخواستہ اس بات میں ذرا بھی سچائی ہوئی تو بابا خان، صرف رمزی کو ہی نہیں سزا آپ مجھے بھی دیتے چکا کہ شہر جا کر پڑھنے کی اس کی حمایت میں نے کی تھی اور اپنی ذمہ داری پر اسے لے گیا تھا، اگر اس سے کوئی چوک ہوئی ہے تو سزا مجھے بھی ملنی چاہیے کہ میں اپنی ذمہ داری نہیں اٹھا سکا، تم ثبوت لے آؤ تب تک میں رمزی سے بات کر کے آتا ہوں۔“ وہ کہہ کر اٹھ گیا اب اس کا رخ رمزی عنزی کے مشترکہ کمرے کی طرف ہے، بابا خان کے کہنے پر وہ دونوں کو ساتھ ہی لے کر آیا تھا، اس نے

دروازے پر دستک دی کچھ دیر بعد ہی عنزی سررا متورم چہرے کے ساتھ نمودار ہوئی اور رمزی جوتیکے میں منہ دیئے رو رہی تھی، سیدھی ہوئی اور اس کو دیکھ کر انہی اور آکر اس سے لپٹ گئی۔

”لالہ خان! میرا یقین کریں، میں نے کچھ نہیں کیا ہے، ماں خان کی قسم۔“ وہ بری طرح روتے ہوئے کہہ رہی تھی، اجنبی کے اشارے پر عنزی نے اسے پانی پلایا۔

”چپ کر جاؤ رمزی اور سکون سے مجھے پوری بات بتاؤ۔“ اس کو مستقل روتے دیکھ کر اس نے ڈپٹا۔

”لالہ خان! آپ کہیں تو میں بتاؤں۔“ عنزی بولی اس کی اثبات میں ہلتی گردن دیکھ کر وہ بتانے لگی۔

”واثق، ہم سے دو سال سینئر ہے، وہ کافی عرصے سے رمزی کو تنگ کر رہا تھا کہ وہ رمزی سے دوستی کرنا چاہتا ہے، میں نے رمزی سے کہا بھی تھا کہ ہمیں بابا خان کو نہیں تو کم از کم آپ کو تو اس کے بارے میں بتا دینا چاہیے مگر یہ مانی نہیں اور ہماری خاموشی سے وہ شیر بننا گیا، کہ اس نے بھری کلاس میں رمزی کی تعریف کی، ہم کلاس سے نکلنے لگے تو اس نے رمزی کا ہاتھ پکڑ لیا اور رمزی نے غصہ میں اس کو تھپڑ ماری دیا اور لالہ خان، اس نے اسی وقت دھمکی دی تھی کہ وہ رمزی کو اس حرکت کے لئے معاف نہیں کرے گا اور اپنی توہین کا سود سمیت بدلہ لے گا، ایک ہفتہ، آپ میرا یقین کریں کہ وثاق سے رمزی کا کوئی افیئر نہیں ہے۔“ اس نے ڈرتے ڈرتے بھائی کو دیکھا، اس کا چہرہ ضبط کی شدت سے لہو رنگ ہو رہا ہے۔

”تم دونوں نے مجھے پہلے یہ سب بتایا ہوتا نہ تو اتنی پراہم ہی نہ ہوتی، لے کر ہر بات چاہے

چھپانے والی ہو یا نہیں، چھپا کے بیٹھ جاتی ہو، تم سوچ بھی نہیں سکتیں کہ وہ لڑکا کتنا برا ہے، اس کی بیک کتنی مضبوط ہے، اس کے فادر اسمگلنگ کا کاروبار کرتے ہیں، وہ کون سا غیر قانونی دنا جائز کام ہے جو ان کے باپ دادا نے نہیں کیا، اگر مجھے اس کا نام اور تصویر نہیں چوڑی تھی تو اس نے جس طرح کی حرکت کی ہے باقی سب کی طرح میں نے بھی یقین کر کے بیٹھ جانا تھا۔“ اس نے بہنوں کو گھورتے ہوئے کہا اور روم سے نکل آیا تاکہ باقی ثبوت بھی دیکھ سکے، کیونکہ اس نے تو بس چند نازیبا تصاویر ہی دیکھی تھیں اور وثاق نعمانی کا نام اور اس کی تصویر اسے چوڑی تھی تو اس نے ثبوت دیکھنے سے قبل رمزی سے بات کرنا مناسب سمجھا، چند نازیبا تصاویر، چند خطوط جس میں جینے مرنے کی قسمیں کھائی گئی تھیں اور ریکارڈ گفتگو اور اسی نے سب سے زیادہ مسئلہ کھڑا کیا کہ تصاویر کہیں جاسکتی ہیں کہ ایسی بنائی گئی ہیں، خط بھی رائٹنگ کاپی کر کے لکھے جاسکتے ہیں لیکن آواز تو وہ رمزی ہی کی ہے لمحہ بھر کو تو وہ بھی بری طرح شک کا شکار ہوا اور اس نے بار بار وہ گفتگو ریوینڈ کر کے سنی، اسے بعد میں چیک بھی کر دیا لیکن یہ ثابت ہو ہی نہیں سکا کہ یہ آواز رمزی کی نہیں ہے۔

”رمزی بات تم پر شک کی نہیں ہے، بھروسہ نہ ہوتا تو تم سے نہ پہلے بات کرتا اور نہ اب، اس لئے روئے دھونے کی بجائے اب یہ ریکارڈ گفتگو سنو اور یاد کرو کہ یہ بات کب اور کس سے تم نے کی تھی۔“ اس نے رمزی کا ہاتھ تھام کر دلاسہ دیتے ہوئے اس کی ہمت بندھائی، دو دن میں ہی وہ صدیوں کی بیمار لگنے لگی ہے، اس نے ریکارڈ آن کر دیا۔

”میں اپنے گھر والوں کے خلاف نہیں جا

سکتی، سمجھنے کی کوشش کرو۔“ یہ رمزی کی آواز تھی۔

”یہ کہہ دو نہ کہ مجھ سے محبت ہی نہیں ہے، لیکن تم نہیں آؤ گی نہ تو میں اپنی برتھ ڈے سیلبرٹ نہیں کروں گا، سمجھتی کیوں نہیں ہو کہ میری برتھ ڈے پارٹی میں آ جاؤ گی تو میں تمہیں اپنے پیرنس سے ملوا دوں گا، میرے پیرنس سے ملو گی تب ہی تو وہ رشتہ لائیں گے اور گھر والوں کے خلاف جانے کی بھی تم نے ٹھیک کئی کون سا کورٹ میرج کرنے لے جا رہا ہوں۔“ نہایت تپتی تپتی یہ مردانہ آواز تھی۔

”بات کچھ بھی ہو مگر بابا خان کی طرف سے مجھے اجازت نہیں ہے، تمہیں ہرٹ نہیں کر سکتی مگر بہت مجبور ہوں کہ لالہ خان کو بھی پتہ چلا تو وہ منع کر دیں گے اور ان سے چھپ کر تو نہیں آ سکتی۔“ اب کے رمزی کے لہجے میں دبا دبا غصہ و جھنجھلاہٹ تھی۔

”محبت چھپ کر کر سکتی ہو، ملنے نہیں آ سکتیں، مجھے بھی اب تمہاری پرواہ نہیں ہے، برتھ ڈے پارٹی میں آؤ گی تب ہی آئندہ مجھ سے بات کرنا۔“ دوسری جانب بھی غصہ عروج پر تھا۔

”اتنی سی بات کا اشموت بناؤ، میں نہیں آ سکتی تو نہیں آ سکتی۔“

”میری بھی ضد ہے کہ تم آؤ گی اور نہیں تو اب میں خود تمہارے سارے لو لیزر تمہارے بابا خان تک پہنچاؤں گا، گڈ بائے۔“ فون کھٹاک سے بند کرنے کی آواز کے ساتھ ہی گفتگو کا سلسلہ منقطع ہو گیا، اس نے ساکت بیٹھی رمزی کو دیکھا جہاں خوف نہیں بے یقینی تھی، سوچ کی لکیریں ابھی تھیں، آنسو قطرہ قطرہ گرنے لگے۔

”لالہ خان! بیوی میں نے کبھی کسی لڑکے سے بات نہیں کی۔“ اب کے خوف کے سائے اس کے ذرد چہرے پر بکھرنے لگے۔



”آئی نو، تمہیں صرف یہ یاد کرنا ہے کہ یہ بات تم نے کی کس سے تھی کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ دو لوگوں کی گفتگو کو تیسرے شخص کی گفتگو سے جوڑ کر یہ ریکارڈ کیا گیا ہے۔“ وہ سوچنے لگی کہ یکدم ہی ذہن میں جھماکا سا ہوا۔

”لالہ خان! میری دوست ہے عروہ، اس نے مجھے اپنی برتھ ڈے پارٹی میں انوائٹ کیا تھا تو میں نے اس سے معذرت کر لی تھی اور اس نے مجھے فون پر انوائٹ کیا تھا کیونکہ میں ان دنوں یونیورسٹی نہیں جا رہی تھی۔“ اس نے جلدی جلدی بتایا۔

”تم پریشان نہ ہوں میں اس مسئلہ کو ہینڈل کر لوں گا۔“ اجنبی نے بہن کے سر پر ہاتھ رکھا۔ ”ہینکس، آپ نہ ہوتے تو میں تو سر ہی جاتی، بیوی اسے میں نہیں جانتی اور ماں خان کا ذلت آمیز رویہ، بابا خان اور چھوٹے لالہ خان کی ہنک آمیز نگاہیں۔“

”سب ٹھیک ہو جائے گا، جب میں اس شخص کی اصلیت سب کے سامنے لاؤں گا۔“ نری سے بولا اور کمرے سے نکل آیا اور پھر اس کی کوششیں ہی تھیں کہ وہ اس شخص کا اصل روپ سامنے لا کر بہن کا وقار بحال کر چکا تھا، مگر اس سب قصے میں اس کی اہم کانسٹریٹنگ گئی تھی، افسوس تھا مگر رمزنی کا خیال اس کی عزت کا سوچ کر افسوس زائل ہو گیا تھا۔

☆☆☆

تمہیں	کیسے	بتا	دوں
تم	میری	منزل	ہو
میری	منزل	ہو	
جسے	ڈھونڈا	ہے	نظروں
وہ جولا جھولتے ہوئے گمن سے انداز میں			
گنگنا رہی تھی، اجنبی خان کو دیکھ کر گنگنا ہٹ رک			

ماہنامہ حنا 194 اپریل 2012

گئی اور اس نے چین زور سے قہقہے کر پاؤں زمین پر ٹکائے جھولارو کا اور اتری، اجنبی خان کی نگاہ میں بے اختیاری سی سا گئی، یلو کٹر کی ڈھیلی سی شرٹ، بلیک پینٹ پنڈلیوں تک موڑی ہوئی تھی، دوپٹہ ندارد خوبصورت بالوں کی پونی ٹیل بائیں کاندھے پر پڑی اور چند ٹینس ہوا سے اٹھکیلیاں کر رہی ہیں، گلابی چہرہ، ہنرعلانی آنکھیں، سرخی مائل ترشے ہوئے پنکھڑی سے لب، چھوٹی سی ناک، بھرے بھرے مڑگان، نازک سا سراپا، وہ دلکش تو ہمیشہ سے تھی، ایک دفعہ قبل بھی اس کی نگاہ ٹھنکی تھی اور آج تو دل کی بھی عجب لے تھی اور اس کی خود پر جی نگاہیں اسے کنفیوژ کرنے لگیں اس نے دوپٹہ کے لئے نگاہ دوڑائی مگر ہوتا تو وہ دکھائی دیتا، اس نے جھٹ سلام جھاڑ دیا اور اس کی محویت ٹوٹی اور اب کے اس نے غور کیا وہ کافی گھبرائی ہوئی سی لگی اس نے ایک سرد سانس خارج کی اور اس کے سلام کام دھیسے سے جواب دیا۔

”اسٹڈی میں چلنا چاہیے، پہلے ہی آپ کا بہت نقصان ہو گیا ہے اور آج تو آپ کا ٹیسٹ بھی ہو گا۔“ وہ دھک سے رہ گئی اور اس دیکھا وہ کافی سنجیدہ لگا اس کی چال خود بہ خود دھیمی پڑ گئی کہ وہ بہت کوشش کے بعد بھی تیاری نہیں کر سکی تھی۔

”مجھے پڑھنے کا شوق نہیں ہے مگر مسٹر ٹائم کو مجھے پڑھانے کا اتنا ہی ارمان چڑھا ہے، اتنے دن سے چھٹی پر تھے آج بھی نہ آتے لے کر سارا موڈ ہی غارت کر دیا۔“ اسے اندازہ ہی نہیں ہوا تھا کہ وہ دل ہی دل میں نہیں دھیمی سی آواز میں منہ ہی منہ میں بڑبڑا رہی تھی جس کو سنتے اس کے چہرے کے زادیے بگڑ گئے تھے مگر کہا کچھ نہیں، لاؤنج میں آئے ہی تھے کہ شائع اپنے روم سے

نکل کر وہیں آ گیا، اٹھتی سی سلام دعا ہوئی۔ ”بھاجان ایک منٹ میرے ساتھ آئیں گے مجھے کچھ بات کرنی ہے۔“ وہ جو اس سے پورے ایک ہفتہ نہ آنے کی وجہ پوچھنا چاہ رہا تھا چونک کر اسے دیکھا، وہ کافی ابھری ہوئی سی لگی، شائع نے ملازمہ کو بلا کر چائے لانے کا کہا اور اس سے ایک سیکیورز کرنا اس کے پیچھے آ گیا۔

”بس آج مجھے نہیں پڑھنا، سرکون سا بتا کر آئے ہیں اور آج تو سنڈے ہے نہ اور بارش بھی ہونے والی ہے، میں اتنا سہانا موسم بورنگ پڑھائی میں ضائع نہیں کر سکتی۔“

”اجنبی نے آنے سے قبل فون کیا تھا، مجھے بتانا یا نہیں رہا اور ایک ہفتے کی پہلے ہی چھٹی۔“

”آپ میرا موڈ خراب کر رہے ہیں، ایک ہفتہ چھٹی ہو گئی اور آج بھی نہیں پڑھیں گے تو قیامت نہیں آ جائے گی۔“ وہ منہ بنا کر بولی تو اسے مانتے ہی بنی کہ وہ کافی دنوں بعد اپنے پرانے موڈ میں لوٹی ہے، اس کے حای بھرنے پر وہ بچوں کی طرح خوش ہو گئی اور وہ اس کی خوشی میں خوش ہوتا لاؤنج میں آ گیا۔

”آئی ایم سوری یار! آج میٹھے کا بالکل موڈ نہیں ہے اور وہ کافی عرصے بعد اپنے پرانے موڈ میں لوٹی ہے تو میں اسے دھی نہیں کر سکتا تھا اس لئے تجھ سے معذرت چاہتا ہوں کہ تو اسے پڑھانے اپنے بڑی شذول میں سے آتا ہے اور میٹھے کا بچپنا ہی ختم نہیں ہوتا، ایکسٹریملی سوری۔“ ”اُس اد کے یار! اور یہ آنٹی کہاں ہیں؟“ اس نے اپنے غصے پر کنٹرول کر کے موضوع بدلا۔ ”ماں جان کسی ریلیٹیو کی ڈیجھ اپنی دوسری میں گئی ہوئی ہیں تو یہ بتا کہ اتنے دن کہاں غائب رہا سب ٹھیک تو تھا؟“

”ہاں، بس کچھ پرسنل پراہملز تھیں، ان کو

سولو کرنے کے بعد ایک سیمینار میں چلا گیا، صبح گیارہ بجے واپسی ہوئی تو سوچا تجھ سے کی کمٹمنٹ کو پورا کر لوں۔“ چائے کے سپ لیتے ہوئے اپنے مخصوص سلجھے ہوئے انداز دلچسپی میں بولا۔

”اصل میں جب تو نے فون کیا میٹھے سوری تھی، میں ماں جان کو چھوڑنے چلا گیا اور اس سب میں تیرے آنے کا بتا نہیں سکا، اسی لئے تجھ سے معذرت کر لی، تو یہ بتا میٹھے تیرے ساتھ چل کیسی رہی ہے؟ آئی مین اس سے پہلے میں نے جتنے ٹیوٹرز لگائے وہ ایک ہفتے سے زیادہ کبھی ٹک ہی نہیں سکے، اتنا تو شکر ہے کہ تجھ سے پڑھ تو رہی ہے، پاس تو ہو جائے گی نہ؟“ وہ اس کا بہت پرانا دوست تھا بھی اس سے ہر قسم کی بات کر لیتا تھا بہن کے لئے محبت و فکر ساتھ ساتھ تھی۔

”کچھ کہہ نہیں سکتا نو ڈاؤٹ کہ تیری سسر جینکس ہیں، بٹ وہ ذرا بھی انٹرسٹ نہیں لیتیں اور تو نے وہ کہادت تو سنی ہو گی کہ بچہ شوق سے پڑھتا ہے یا خوف سے اور یہاں یہ دونوں معاملے ہی نہیں ہیں اس لئے تو خود سمجھدار ہے ہو سکتا ہے کہ اچھے نمبر آ جائیں اور یہ بھی تب کہہ سکوں گا جب وہ مجھے ٹیسٹ دیں گی۔“

”اولیٰ یعنی آج تم اس سے ٹیسٹ لینے والے تھے۔“ اس نے اثبات میں گردن ہلائی تو وہ بے ساختہ ہنس دیا۔

”ٹیسٹ اس نے دس سال میں کبھی کلیئر نہیں کیا، ہاف ایئرلی میں بھی فیل ہو جاتی تھی اور مجھے یہ نہیں سمجھ آیا کہ پھر وہ فائل کیسے کلیئر کر لیتی ہے؟“

”نہ پڑھنے اور نہ پڑھ سکے میں فرق ہوتا ہے، ایسا نہیں ہے کہ خدا نخواستہ کے وہ میٹھلی ان فٹ ہوں اور اس لئے نہ پڑھتی ہوں بس پڑھنا نہیں چاہتی، اس لئے وہ جان کر ایسا کرتی

ماہنامہ حنا اپریل 2012



ہیں۔“ اس نے ہونٹوں میں اچانک سن لینے والی گفتگو کو ذہن میں رکھ کر کہا۔

”اس لئے میری ماں تو تو اپنی بہن کو فورس مت کر یا پھر وہ جیسا پڑھنا چاہتی ہیں ویسے پڑھنے دے، میں غلط نہیں ہوں تو، تو اپنی سسٹر سے جاب تو کروائے گا نہیں اس لئے لی گریڈ آئے بھی تو ٹھیک ہے۔“ اس نے سنجیدگی سے تجزیہ کیا۔

”ہاں جانتا ہوں اسی لئے تو میں نے میٹھ سے کبھی یہ نہیں کہا کہ اسے اے گریڈ لانا ہے ہاں رزلٹ خراب یا اور تھو دیکھ کر سرزش کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اتنا سمجھانے اور سختی کرنے پر اس کی لاپرواہیاں مروج پر ہیں، میری خاموشی و نری کیا اثر دکھائے گی یہ مجھے بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔“ اس نے نری سے کہہ کر دوست کو دیکھا، بارش شروع ہو گئی تو وہ اسے کمرے میں لے گیا، آج وہ بھی فارغ ہی تھا اور ماضی کی یادوں کو دہراتے وقت گزرنے کا احساس بھی نہیں ہوا۔

”مجھے ماں جان کو لینے جانا ہے، اگر تمہیں کوئی پرالیم نہ ہو تو میں تیری گاڑی لے جاؤں کہ ماں جان کو پھوڑ کر آتے ہوئے گاڑی میں کچھ پرالیم ہو گئی تھی مکنیک کو دے آیا ہوں۔“

”ہاں یار! یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔“ اس نے جھٹ گاڑی کی چابی اسے دے دی۔

”تو آرام سے بیٹھ، بلکہ آرام کر میں ایک گھنٹے تک آ جاتا ہوں آج ڈنر ساتھ ہی کریں گے۔“ اس کا اتنی دیر رکنے کا ارادہ نہ تھا کہ وہ باجج بے آیا تھا اور اب سات بج رہے ہیں مگر اس کے فورس کرنے پر مانتے ہی بنی، کراچی کی بارشیں بھی کب شروع ہوئیں، کب ختم ہوتی ہیں نہیں چلتا، بشکل بیس سے پچیس منٹ ہلکی ہلکی بوند باندی

ہوئی ہوگی، گھرفون پر بات کرتے ہوئے وہ کھڑکی میں جا کھڑا ہوا تھا، یونہی باہر دیکھا تو لان میں منظر مبہوت کر دینے والا تھا، مشام جھولے پر بیٹھی گنگنا رہی تھی، ملازمہ عابدہ اسے جھولا دے رہی تھی، ہوا کے دوش پر اس کی زلفیں رقص کر رہی ہیں، جنہیں اس نے گلابی انگلیوں کی مدد سے کان کے پیچھے اڑسا تھا مگر ہوا اس کی کوشش ناکام بنا گئی تھی اور اس کے بھیکے گلابی من موہنے چہرے پر جھنجھلاہٹ سی بکھر گئی تھی، سبز کاشن کی لمبیں اس کے مناسب سراپے کے راز افشا کر رہی تھی کہ بھگ کر وہ اس کے بدن سے چپک سی گئی تھی، یلو کلر کا ٹراڈ زر پنڈلیوں تک کا تھا اور وہ مزے سے پاؤں جھلا رہی ہے، یلو اور گرین کنٹراسٹ دوپٹہ جھولے پر ہی اس کے پہلو میں رکھا ہوا ہے۔

”عابدہ میں کچھ تھک گئی ہوں بس کر دو اور میرے لئے چائے بنا لاؤ۔“ ملازمہ کے جھولا روکتے ہی وہ اتری، دوپٹہ گلے میں ڈالا اور کین کی کرسی پر بیٹھ گئی، اس کی محویت سی ٹوٹ گئی اور اب وہ خود کو سرزش کرنے لگا کہ وہ کتنی اخلاق سے مری ہوئی حرکت کر رہا ہے۔

”مشام بی بی بارش تیز ہونے لگی ہے اندر آ جائیں، بیمار ہو جائیں گی۔“

”تم وہ کرو جو کہا ہے، زیادہ نصیحتیں مت کیا کرو، ماں جان اور بھانجیاں ہی کافی ہیں اس کے لئے۔“ وہ مزید کچھ کہتی کہ ایک کے بعد ایک آتی چھینک کی وجہ سے نہیں کہہ پائی، وہ مستقل ایک ڈیڑھ گھنٹے سے بھگ رہی تھی وہ تو بارش میں ہی اب تیزی آئی ہے اس سے ٹل تو بوندیں ہی پڑ رہی تھیں اور وہ اتنی دیر صرف اسے لئے اتنی آزادی سے بھگ لی کہ اماں اور بھائی دونوں ہی گھر پر نہیں ہیں مگر نہ تو راحیلہ لغاری اسے اتنی دیر کبھی بھیکنے نہیں دیتیں کہ وہ بیمار پڑ جاتی تھی، لیکن

ماہنامہ حنا 136 اپریل 2012

ان کے روکنے سے بھی وہ کہاں رکتی تھی کہ بارش اس بے حد پسند تھی اور بارش میں بھینگنا اس سے بھی زیادہ، چھینکوں کا سلسلہ شروع ہی ہوا تھا کہ شائع لغاری ماں کو لے کر آ گیا۔

”دیکھا تم نے شائع، میں نے تو پہلے کہہ دیا تھا کہ جب گھر پہنچے گے یہ ایسی حال میں ملے گی، جانتی ہے بھینگنے سے بیمار پڑ جاتی ہے اس کے باوجود باز نہیں آتی۔“ انہوں نے سرسٹر کرتی مشام کو گھورتے ہوئے خود پر چھتری تانے شائع کو مخاطب کر کے کہا، شائع نے اسے اندر جانے کو کہا تو فوراً ہی اندر کی طرف بھاگ گئی کہ اتنی دیر بھینگنے کی وجہ سے گرمیوں کی بارش میں بھی اسے ٹھنڈ لگنے لگی تھی۔

”ڈاکٹر اسد کو فون کر کے میڈیسن وغیرہ پوچھ لو کہ وہ اتنی بارش میں تو آ نہیں پائیں گے اور وہ جو اتنی خاموشی سے کمرے میں چلی گئی ہے تو ضرور اسے ٹھنڈ لگ رہی ہوگی میں جا کر اسے دیکھتی ہوں، نہ جانے کب عقل آئے گی اس لڑکی کو پریشان کر کے رکھا ہوا ہے۔“ بیٹے کو ہدایت کرتی آخر میں بڑبڑاتیں ہوئیں وہ بیٹی کے کمرے کی طرف بڑھ گئیں اور وہی ہوا جو اکثر بارشوں میں بھینگنے کے بعد اس کے ساتھ ہوتا ہے، تیز بخار اور نزلہ زکام کھانسی، اس کا تو شوق پورا ہوا کہ نہیں ان دونوں کی جان پر ضرور بن آئی تھی کہ اسے زکام ہوا تو وہ ہفتہ سے پہلے تو بھی ملتا نہیں اور اس کے پیچھے بھی بہت نزدیک تھے اس لئے پریشانی بھی اسی لحاظ سے ہے اور وہ پڑھائی سے جان چھوٹ جانے کے خیال سے مگن سی تھی کہ جب اسے زیادہ ہی پڑھائی سے چڑھتی ہوئی تو وہ اسی طرح خود کو بیمار کر لیتی ہے کہ اپنی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے بھی نہیں چوکتی، ہو جاتا ہے، اکثر وہ دونوں اس کی اس حرکت کو جان جاتے اور کبھی

انجان بھی رہتے کہ جیسے آج اس نے پلان کے مطابق کچھ نہیں کیا بلکہ شوق و پسند سے مجبور ہو کر کیا۔

☆☆☆

”واٹ از دس مشام۔“ تقریباً اٹھارہ دن بعد اشجی خان کو ٹیسٹ لینے کا موقع ملا، اس نے ڈیڑھ گھنٹے کا ٹائم دیا تھا اور وہ ایک گھنٹے میں ہی اسے پیپر تھا گئی، وہ جو بک ساتھ لایا تھا وہ اسٹڈی کر رہا تھا، ایک نظر اس کے اکتائے ہوئے چہرے کو دیکھا اور پیپر اس کے ہاتھ سے لے لئے اور اس نے وہیں بیٹھ کر چیک کرنا شروع کیے تو وہ بہانا بنا کر بھاگ لی اور پیپر دیکھ کر غصہ آیا، ملازمہ کے ذریعے اسے بلایا تو اسے نہ چار آنا پڑا، اس کے آتے ہی اس نے وہ پیپر اس کے سامنے رکھے اور نہایت درخشندگی سے کڑوے لہجے میں پوچھا، اس نے کن اکھیوں سے اسے دیکھا وہ بہت زیادہ غصہ میں لگا۔

”میں آپ سے پوچھ رہا ہوں، مشام کیا ہے یہ؟ بہانے کر کر کے آپ نے بیس پچیس دن ضائع کر کے آج ٹیسٹ دیا اور ایسا کوئی ایک سوال کا جواب جو ٹھیک ہو۔“ وہ اس کے کافی تیز اور روڈ لہجے میں بولا اور اس کے آنسو گرنے لگے کہ اس نے کتنا ہی برا ٹیسٹ پیپر کیوں نہ دیا ہو کبھی کسی ٹیچر سے اسے ڈانٹ نہیں پڑی تھی، اشجی پہلے بھی دو تین بار اسے ڈانٹ چکا تھا مگر آج کا انداز جدا گانہ تھا، وہ نہایت اشتعال کی زد میں آ کر ڈانٹ ڈپٹ کر رہا تھا۔

”آپ کو نہیں پڑھنا تھا تو صاف کہتیں یوں میرا ٹائم ضائع کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ آپ کو وقت اور تعلیم کی اہمیت کا اندازہ نہیں ہوگا، لیکن مجھے ہے، اپنے قیمتی وقت میں سے آپ کو پڑھانے کے لئے وقت نکالا مگر یہ کہاں اندازہ تھا

ماہنامہ حنا 197 اپریل 2012



کہ میں وقت ضائع کر رہا ہوں۔“ اسے گھورتے ہوئے وہ کھڑا ہو گیا اور اس کی روتے روتے ہچکیاں بندھنے لگیں۔

”مجھے اجازت دیجئے میٹام لغاری کہ یہ آج ہماری لاسٹ کلاس تھی۔“ کہہ کر اسڈی سے نکل گیا اور وہ اسے روک بھی نہیں سکی، جب اس کو ساری بات پتا چلی تو وہ دوست کے سامنے شرمندگی محسوس کر رہا تھا اسی لئے اسے دوبارہ آنے کو بھی نہیں کہا، ہاں ۱۰ شام سے آج کل بات چیت بند تھی، اسی دوران اس کے پیپر شروع ہو گئے کچھ شرمندگی اور کچھ شافع کی ناراضگی کے خیال سے اس نے جتنی کوشش کر کے دل سے پڑھ سکتی تھی، پیپر کی تیاری کر سکتی تھی کی، اور اسی لئے خلاف توقع اس کے پیپر اچھے ہو گئے۔

☆ ☆ ☆

”مجھے معاف کر دیں نہ بھاجان، اب تو میں نے اتنی محنت کر کے پیپر دیئے ہیں، اے گریڈ تو بن ہی جائے گا۔“ وہ لاڈ سے بولی تو شافع مسکرا دیا۔

”معافی تمہیں مجھ سے نہیں اچھی سے مانگنی چاہیے کہ اس نے تمہارے ساتھ کتنی محنت کی اور میں نے ٹیسٹ پیپر دیکھا تھا ساری غلطیاں لگتا تھا کہ جان کر کی گئی ہیں ایسا کر کے کیا ملتا ہے میٹھے؟“ اس کا کان کھینچا۔

”سوری، بٹ سر مجھی کوئی اچھے انسان نہیں ہیں کتنا ڈانٹتے تھے مجھے اور جس دن میں نے ٹیسٹ دیا تھا اس دن تو کتنی بری طرح مجھے ڈانٹا تھا اور تو اور میں نے فون کر کے دوبارہ آنے کی ریکوسٹ بھی کی لیکن ان کو خود پر اور اپنی تعلیم پر کچھ زیادہ ہی زعم ہے نہ جانے خود کو کیا سمجھتے ہیں میری ریکوسٹ ریوز کر دی، میں نے فون پر ایکسکوز کرنا چاہا تھا مگر وہ تو سننے کو ہی تیار نہ

تھے۔“ وہ ناک چڑھا کر نہایت تپے ہوئے لہجے میں بول رہی ہے کہ اس کے صاف انکار پر ہی تو اس نے تہیہ کیا تھا کہ وہ اب اچھے نمبروں سے پاس ہو کر دکھائے گی اور اسی لئے اس نے دن رات محنت کر کے پیپر دیئے۔

”اوہوں میٹھے تم اپنے استاد کے بارے میں بات کر رہی ہو یہ یاد رکھو۔“ شافع نے سرزنش کی تو وہ منہ بنا کر ”سوری“ کہہ گئی۔

”اچھا اب زیادہ منہ مت بگاڑو، جو ہونا تھا ہو گیا ہے اور میں تو اچھی کا تھنک فل ہوں کہ اس کی ضد میں آ کر تم نے دل سے تو پڑھا، ورنہ پیپر کے دنوں میں مجھے اور ماں جان کو تم پریشان کر کے رکھ دیتی ہو۔“ اس کے بنا کچھ کہے بھی سمجھ جانے پر وہ خفت کا شکار ہو گئی کہ شافع کا اندازہ سو فیصدی درست ہے کہ اس نے صرف اچھی کی ضد میں اتنی محنت کی تھی۔

”اور آپ نے جو ناراضگی کا ڈھونگ کر کے مجھے پریشان رکھا اس کا کیا؟“ خفت مٹانے کو قدرے غصہ سے بولی اور وہ ہنسنے لگا۔

”جانے دو گزری باتیں اور ڈیرہ غازی خان چلنا ہے چلنے کی تیاری کر لو۔“

”ڈیرہ غازی خان، لیکن کیوں بھاجان؟“

”اس لئے کہ اچھی کی سسٹر کی منگنی ہے ہم سب انوائٹڈ بھی ہیں اور تم بھی آج کل فارغ ہو اس لئے میں نے اچھی سے آنے کی حای بھر لی۔“

”سر کی بہن کی انگیج منٹ ہے تو ڈیرہ غازی خان کیوں جائیں گے؟“ نا اچھی سے اس کی بات کاٹی اور اس نے اپنا سر پکڑ لیا۔

”اس لئے کہ اچھی کا تعلق ڈیرہ غازی خان سے ہے، اس کی فیملی وہیں رہتی ہے، اچھی اور اس کے بہن بھائی یہاں کراچی میں صرف تعلیم

کے حصول کے لئے ٹھہرے ہوئے ہیں، اب منگنی تو یہاں نہیں ہو سکتی وہ آبائی شہر میں ہی ہوگی، کچھ سمجھیں یا نہیں؟“ اس نے جھینپ کر گردن اثبات میں ہلا دی۔

”اچھا اب بتاؤ چلنا ہے یا میں اکیلے ہی چلا جاؤں کہ ماں جان نہیں جا رہی ہیں انہوں نے جانے سے معذرت کر لی ہے۔“

”میں ساتھ چلتی ہوں آپ کے، اسی بہانے ڈیرہ غازی خان دیکھ لوں گی، آپ گھمانے تو لے جائیں گے نہ؟ یا صرف انج منٹ پارٹی میں شرکت کر کے واپس آ جائیں گے تو میری طرف سے بھی معذرت۔“ اس نے ابرو چڑھاتے ہوئے سوالیہ نگاہوں سے بھائی کو دیکھا۔

”ہاں بھئی لے جاؤں گا، صرف تمہارے خیال سے ایک ہفتہ کا پروگرام بنایا ہے۔“ وہ شافع کی بات پر کھل سی گئی کہ اسے گھومنے پھرنے کا بے حد شوق ہے۔

”لیکن بھاجان ہم ایک ہفتہ سر کے گھر ٹھہریں گے عجیب نہیں لگے گا؟“ اس کے تشویش سے کہنے پر بڑی بے ساختہ مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھر گئی۔

”اچھی کے ہاں صرف منگنی کی تقریب میں جائیں گے، اس کے ہاں ٹھہریں گے نہیں، ہمیں کہاں ٹھہرنا ہے ایک ہفتہ وہ سب میں خود میچ کر لوں گا تم جانے کی تیاری کر لو۔“ وہ بھائی کو گڈ نائٹ کہتی اپنے روم میں چلی گئی۔

☆ ☆ ☆

”تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے اور کوئی بات نہیں ہے، میرے گھر کے ہوتے ہوئے تو ہوٹل میں ٹھہرے گا۔“ شافع کا ارادہ بالی ائیر جانے کا تھا لیکن اچھی اور اس کی سسٹر عزٹی بائے روڈ جا

رہے تھے اس لئے اس نے اچھی کے کہنے پر ان کے ساتھ ہی جانے کا پروگرام بنالیا، اچھی اپنے بابا کی بحیرہ میں جا رہا تھا، عزٹی تو کافی خاموش طبیعت کی سیدھی سادی لڑکی تھی، اس کے برعکس مشام وہ تو خاموش رہ ہی نہیں سکتی، اس نے عزٹی سے فوراً ہی دوستی گانٹھ لی اور نان اسٹاپ شروع ہو گئی، ایک تو وہ پہلے ہی کم دن پاتا بولنے کی عادی ہے اور پر سے شافع لغاری کی موجودگی بھی اسے کچھ کنفیوژ کر رہی ہے کہ چاہے بھائی ساتھ ہے لیکن ایک اچھی غیر مرد کے ساتھ سفر کا پہلا موقع تھا، اچھی خان تو اسے جانتا ہے اس لئے اس کے حیران پریشان سے تاثر دیتے چہرے کو دیکھ کر اندر ہی اندر مسکرانے پر مجبور تھا کہ شافع کے ٹوکنے پر بھی وہ کچھ دیر خاموش ہو کر تھوڑی ہی دیر میں دوسری بات شروع کر دیتی اور وہ ہوں ہاں میں ہی جواب دے رہی ہے اور صرف اس کو کنفیوژ پا کر ہی شافع نے بہن کو ٹوکا مگر وہ کہاں باز آنے والوں میں سے تھی، اس لئے وہ تینوں ہی صرف اسی سننے پر مجبور ہیں، آدھے راستے میں ہی پہنچے تھے کہ اس نے بھوک لگنے کا شور کر دیا، اچھی خان نے گاڑی رکوا دی کہ وہ لوگ کھانے پینے کی چیزیں ساتھ لے کر ہی چلے تھے، مشام کے لئے نمکو اور فاسٹ فوڈ وغیرہ جو لیا تھا وہ گھر سے مستقل بولتے رہنے کے ساتھ ختم کر چکی تھی، آخر تو تینوں کو ہی کی تھی، مگر زیادہ زور عزٹی پر ڈالا تھا تو وہ چپس کا پیکٹ تمام گئی تھی، عزٹی نے کباب وغیرہ نکال کر اسے دیئے اور وہ حیران تھی اس کو کھاتے دیکھ کر ملازمہ کے ہاتھ اس نے ان دونوں کو چائے بھیج دی تھی، چائے پیتے ہوئے شافع کا سیل بجنے لگا اور اس کی باتوں سے ہی اچھی نے اندازہ لگایا کہ وہ ہوٹل میں ٹھہرنے والا ہے اس لئے بات ختم ہوتے ہی وہ نہایت افسوس



سے بولا اور اس کے عذر بتانے پر جھنجھلاہٹ ہونے لگی۔

”تو بس میرے ہی گھر ٹھہرے گا، ہوٹل میں ٹھہرنے کا ارادہ ہے نہ تو شوق سے ٹھہرنا، لیکن پھر میری بہن کی منگنی میں بھی آنے کی ضرورت نہیں ہے۔“

”کیسے ضرورت نہیں ہے، انٹیشن کارڈ دیا ہے تو نے مجھے۔“

”ہم دعوت نامے اپنوں کو دیتے ہیں، غلطی سے ایک پرانے شخص کو دعوت دے ڈالی تو اب معذرت کر رہا ہوں، کہ بھائی صاحب ہمارے ہاں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔“ انجی کے جلے ہوئے انداز پر وہ ہنستا چلا گیا۔

”مجھے تیرے گھر رکنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے، مگر میرا ارادہ ایک ہفتہ یہاں ٹھہرنے کا ہے اور مشام بھی میرے ساتھ ہے، اب تیرے گھر رکوں گا تو بہت سی باتوں کا خیال رکھنا پڑے گا اور میٹھے کو میں جانتا ہوں، وہ کتنی موڈی ہے، صبح کے نو بجے ہوں یا رات کے دو اگر اس کا گھومنے کا موڈ بن گیا تو تمہارے گھر سے جانا مشکل ہوگا، ہوٹل سے جب جہاں جانا ہوگا آرام سے جاسکتے ہیں۔“

”تو میرے گھر سے بھی جاسکتا ہے، کوئی پرالیم نہیں ہوگی اور اب میں تیری بکواس نہیں سنوں گا، ڈیرہ غازی خان میں رہتا ہے تو صرف میرے گھر میں درنہ بھی آدھے راستے سے واپس چلا جا۔“ اس کو منہ کھولتے دیکھ کر وارن کیا اور اس کو مانتے ہی بنی۔

”سوچ لے کہیں ایسا نہ ہو تیرے گھر والے خود ہی ہم سے عاجز آجائیں، اس تیز رفتار کو جھیلنا کوئی اتنا بھی آسان نہیں ہے اور مجھے تو عزتی بہن سے شرمندگی محسوس ہونے کے ساتھ ان پر

ترس بھی آرہا ہے کہ وہ بے چاری تو بری پھنس گئی ہیں وہ کیا کہتے ہیں کہ نہ اگل سکتی ہیں نہ نکل۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کن اکھیوں سے انجی خان کو دیکھا اور وہ بھی ہلکے سے ہنس دیا۔

”اب ایسی بھی بات نہیں ہے ہم مہمان کی عزت کرنا جانتے ہیں، اس لئے عاجز و اجز نہیں آئیں گے اور عزتی تو طبیعت ہی سنجیدہ اور کم گو ہے، مشام کی رمزی سے خوب بن جائے گی کہ رمزی بھی یونہی نان اسٹاپ بولنے کی عادی ہے۔“ وہ دھیرے دھیرے بولتا اس کے ساتھ چلتا گاڑی تک آگیا۔

”بھاجان، آپ بھی یہ کباب ٹرائی کریں، عزتی آپ نے بہت مزے کے بتائے ہیں۔“ اس نے کباب کی پلیٹ شائع کی طرف بڑھائی، اس نے ایک شای کباب اٹھا لیا جو واقعی بہت مزیدار تھا۔

”سینڈویچز بھی بہت مزے کے تھے بھاجان آپ لیں گے؟“ اس نے نفی میں گردن ہلا دی۔

”انجی کی نظر اس پر انٹھی، دھانی اسٹیکس سوٹ میں اس کی خوبصورتی بے حد نمایاں تھی، چہرے پر سادگی نو عمری کا یا نکلین بے پروائی پھیلی تھی اس نے نگاہ اٹھا کر دیکھنے پر وہ گڑبڑا کر نگاہ چراگیا، اب گزرتے مناظر پر تبصرہ کر رہی ہے۔

”بھاجان ہمارے ساتھ ماں جان بھی آجائیں تو کتنا مزہ آتا۔“ اس نے جواب دینے کی بجائے شخص اس کی بات کا اتفاق کرنے کو گردن ہلائی، کچھ ہی دیر میں اس کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہونے لگیں اور اس نے آنکھیں موند لیں اس کا سر شائع کے کاندھے سے آگیا۔

”بہت بولتی ہے نہ یہ، آپ دونوں بھی کیا سوچ رہے ہوں گے۔“ اس نے مشام کی بے

آرامی کے خیال سے کہ اس کی گردن میں تکلیف نہ ہو جائے اس کا سر سینے سے لگا کر بازو اس کے شانے پر پھیلا لیا، عزتی نے گردن موڑ کر بھائی کو دیکھا اور دونوں ہی دھیسے سے مسکرا دیے، باقی راستے وہ دونوں دھیمی آواز میں باتیں کرتے رہے جب عزتی شخص آنکھیں موند کر بیٹھی رہی کہ سفر میں وہ نہیں رمزی سونے کی عادی تھی، اکثر وہ دونوں ساتھ ہی ہوتیں اور اب بھی عزتی کو تو یہی لگ رہا تھا کہ جیسے رمزی ہی کے ساتھ سفر کر رہی ہو تھوڑی بہت جھجک تو تھی وہ شائع لغاری کی وجہ سے تھی اسی لئے وہ مشام سے فریج نہیں ہو پائی۔

”میٹھے کتنا سوڈ گی، اب اٹھ بھی جاؤ۔“ گاؤں کی حدود شروع ہوتے ہی شائع اسے اٹھانے کی کوشش کر رہا تھا اور اب کے قدرے جھنجھلا کر اس کا گال تھپتھپایا کہ وہ اٹھنے میں سو غرے ہی کرتی ہے صرف ان کو اٹھانے کے لئے راحیلہ لغاری ایک گھنٹے قبل ہی کوشش شروع کر دیتی ہیں اور جس دن معروفیت کی وجہ سے وہ ایسا نہیں کر پاتی تھیں وہ اسکول کالج سے لیٹ ہو جاتی تھی۔

”کیا بھاجان سونے بھی دیں نہ، ابھی تو سوئی تھی نیند بھی پوری نہیں ہونے دیتے۔“ نیند سے بوجھل آواز میں جھنجھلا کر بولی اور وہ جسے ابھی کہہ رہی تھی اس بات کو چار گھنٹے ہو گئے تھے۔

”انجی کا گھر آگیا ہے، اب گھر میں سوتے سوتے جاؤ گی یا پھر تمہیں یہیں اکیلا گاڑی میں چھوڑ دیں۔“ اس نے سر اٹھایا اور آنکھیں ملنے لگی۔

”ہم اتنی جلدی ڈیرہ غازی خان آ گئے۔“ کہتے ساتھ ہی جمائی روکی، گاڑی خوبصورت سی سفید رنگ کی حویلی میں داخل ہو کر رک گئی، وہ

دو پہ شانون پر برابر کرتی اتر آئی، سب سے آخر میں عزتی اتری تھی۔

”عزتی آپ آپ پورے راستے حجاب کیے رہیں، آپ کو گھبراہٹ نہیں ہوئی؟“ سیاہ رنگ کی کشمیری شال اس نے اپنے وجود کے ساتھ چہرے تک لی ہوئی تھی، کہ وہ شرعی پردہ کرتی ہے، ہاں رمزی صرف کوشش کرتی ہے کہ وہ زیادہ دیر حجاب لگا کر نہیں رکھ سکتی کہ اس کی سانس رکنے لگتی ہے، اس لئے صرف عزتی ہی یونیورسٹی حجاب لگا کر جاتی ہے، رمزی کے علاوہ حویلی کی دیگر خواتین پردہ کرتی ہیں اور رمزی کو سانس کی پرالیم نہ ہوتی وہ بھی ایسا ہی کرتی اس لئے کہ وہ اب بھی صرف حجاب کے علاوہ رہن سہن اور پہننے اوڑھنے میں باقی خواتین ہی کی طرح ہے۔

”گھبراہٹ کیوں ہوگی؟ اور مجھے تو اب دیسے بھی عادت ہو گئی ہے۔“ وہ دھیسے سے بولی شائع لغاری کی اس پر نگاہ اٹھی تھی اور دوسرے ہی پل اس نے جھکالی تھی۔

”بھاجان! آپ ساتھ نہیں آئیں گے۔“ عزتی اسے لئے اندر جانے لگی تو وہ رک کر شائع سے بولی۔

”تم انجی کی سسٹر کے ساتھ چلی جاؤ، میں مردان خانے میں جا رہا ہوں، انجی کے ہاں پردے کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔“

”میں تو کسی کو جانتی بھی نہیں ہوں۔“

”جانتی نہیں ہو تو جان جاؤ گی یو ڈونٹ وری اور میری ضرورت ہو تو اپنے سیل فون سے مجھ سے رابطہ کر لینا۔“ اس نے جلدی جلدی اس سے کہا کیونکہ عزتی صرف اس کے خیال سے اب تک رکی ہوئی تھی، مگر اس کی انجی بھی ختم ہونے کی بجائے بڑھ رہی تھی۔

”مشام! آپ کو یہاں کسی چیز کی کمی نہیں ہو



گی، آپ عزیزی کے ساتھ اندر چلی جائیں، بابا خان، سے مل کر شائع وہیں آ جائے گا۔“ اجنبی نے نری سے مداخلت کی اس نے اجنبی کو دیکھ کر بھائی کو دیکھا اور اس کا مثبت اشارہ یا کردہ عزیزی کے ساتھ زنان خانے کی طرف بڑھ گئی جہاں گھر کی سب ہی خواتین بڑے ہی پر تپاک انداز میں اس سے ملیں تو اس کا ڈر ڈائل ہو گیا۔

”رمزنی تم مشام کو اپنے کمرے میں لے جاؤ میں دادی خانم کو سلام کرنے جا رہی ہوں۔“ عزیزی نے چادر ملازمہ کو دے کر دوپٹہ اس کے ہاتھوں سے لے کر اوڑھ لیا۔

”آپ دونوں کتنی ملتی ہیں۔“

”ہاں، ہم دونوں ٹوٹن ہیں اور تمہاری رمزنی سے بہت بنے گی یہ بھی تمہاری طرح بہت بولتی ہے۔“ اس کے مسکرا کر کہنے پر مشام جھینپ گئی۔

”میں نے پورے راستے آپ کو بہت تنگ کیا نہ؟“

”پورے نہیں آدھے راستے کہ آدھے رستے تو تم سوتی ہوئی آئی ہو۔“ وہ صاف گوئی سے بولی تو وہ خفیف سی ہو گئی اور عزیزی اسے لئے کمرے میں چلی گئی جبکہ وہ سر جھٹکتی دادی خانم کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆

”رمزنی آپ! آپ کتنی پیاری لگ رہی ہیں، آپ کے ہونے والے شوہر تو دیکھتے ہی رہ جائیں گے۔“ رمزنی کے چہرے پر حیا کی سرخی سی چھا گئی، رمزنی سرخ رنگ کے گونے کے شلوار قمیض میں بھاری زیورات پہنے کافی اچھی لگ رہی ہے جبکہ اس نے میک اپ تو برائے نام ہی کیا ہے کہ ان کے یہاں سرخی پاؤ ڈر لگانے کا رواج ہی نہیں ہے اور جو ممکن کی کا سوچ کر آئے تھے

یہاں آ کر پتہ چلا کہ نکاح ہو رہا ہے اور رخصتی رمزنی کے BSC کے بعد ہوگی، اجنبی کو بھی نکاح کا آنے کے بعد سلام چلا کہ لڑکے والوں نے ممکن سے یکدم نکاح کی بات کی مصطفیٰ خان نے حای بھری کہ وہ خود ممکن کے حق میں نہ تھے کہ اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں تھی۔

”رمزنی کا نکاح ان کی برادری میں ہی ہو رہا تھا ہاں لڑکا دور پرے کا رشتہ دار تھا، اب جا کر تم بھی تیار ہو جاؤ، لڑکے والے آنے ہی والے ہوں گے کہ یہاں شہر کی طرح رات گئے فنکشن نہیں چلتے رات دس بجے سے قبل سارا شور شرابہ ختم جائے گا۔“ عزیزی کے کہنے پر وہ اپنے کپڑے اٹھا کر واش روم میں چلی گئی۔

”رمزنی! مجھے تو ڈر لگ رہا ہے، مشام ظاہر ہے ہماری طرح ہماری روایات کی پابند نہیں ہے، ہماری انھیالی و درھیالی رشتے دار خواتین ہی مشام کو لے کر کافی باتیں بنا چکی ہیں، اب لڑکے والے آئیں گے تب ان میں سے کسی نے کچھ کہا تو؟“

”عزیزی! تم کیا کہہ رہی ہو میں بالکل نہیں سمجھی۔“ اس نے ناجبھی سے بہن کو دیکھا۔

”یار! مشام اتنے زور سے بولتی اور ہنستی ہے کہ دادی خانم تو صاف لفظوں میں کہہ چکی ہیں اوپر سے مشام دوپٹہ سر پر بھی نہیں لیتی، کاندھوں پر وہ دوپٹہ سلیقہ سے رکھ نہیں سکتی اور آج کی تقریب میں تو اس بڑوس کی عورتیں بھی آئیں گی، اسے تنگے سر دیکھ کر کتنی باتیں بنیں گی اور زیادہ ڈر تو مجھے پچھمی خانم کی طرف سے ہے، کم از کم ماں خاں اور دادی خانم نے اس کے منہ پر تو کچھ نہیں کہا پچھمی خانم تو بالکل لحاظ نہیں کریں گی۔“ اس نے پریشانی سے ساری بات بہن کے سامنے رکھی اور اسے بھی تشویش ہونے لگی۔

ماہنامہ حنا 202 اپریل 2012

”مشام ویسے کافی سیدھی سادی لڑکی ہے، تم اسے دوپٹہ سر پر لینے کو کہو گی تو مان جائے گی۔“

”اگر اسے برا لگ گیا تو؟“

”بات کر کے دیکھ لو ہو سکتا ہے پر ابلم ہی ختم ہو جائے، ورنہ پچھمی خانم نے ڈائریکٹ کچھ کہہ دیا تو ضرور پر ابلم ہو جائے گی۔“ عزیزی نے کہا اور اسی وقت مشام چھینچ کر کے آگئی بے بی پنک لاگ اسٹاکس شرٹ، ڈائریک پنک کھلے پانچوں کا ٹراؤزر پہنے ہوئے تھی دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا رمزنی نے بات کرنے کا اشارہ کیا جبکہ وہ مگن سی بال سلکھانے لگی۔

”عزیزی آپ! آپ میرے بال بنادیں گی، مجھے تو ڈھنگ سے برش کرنا بھی نہیں آتا ہمیشہ ماں جان ہی برش کر کے پونی ٹیل یا چٹیا بنادیتی ہیں۔“ اس نے اثبات میں سر ہلا کر اس کے ہاتھ سے برش لے لیا۔

”ماشا اللہ تمہارے بال بہت خوبصورت ہیں۔“

”سب یہی کہتے ہیں، مگر مجھے تو اتنے بال سخت برے لگتے ہیں، اتنی مشکل سے واش ہوتے ہیں اور برش کرتے ہوئے تکلیف لگ ہوتی ہے، ماں جان کنوانے کی اجازت نہیں دیتیں ورنہ تو میں تو باب کٹنگ یا پھر بوائے کٹ کٹا لیتی۔“ وہ مزے سے بولی اور ان دونوں کو ہی حیرت ہوئی کہ اتنے خوبصورت لمبے حسین بال بہت کم لڑکیوں کے ہوتے ہیں۔

”تم دوپٹہ سر پر نہیں لیتیں؟“ بالوں میں بل ڈالتے ہوئے اس نے بات کا آغاز کیا۔

”نہیں، میں تو دوپٹہ بھی گھر میں نہیں لیتی ہوں باہر جاتے ہوئے اوڑھ لیتی ہوں، مگر آپ کیوں پوچھ رہی ہیں؟“ رخ اس کی طرف کرتے ہوئے سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

”اس لئے کہ ہمارے یہاں ساری خواتین سروں پر دوپٹہ لیتی ہیں، اب ایک واحد تم نہیں لو گی تو عجیب لگے گا، اس لئے تمہیں برانہ لگے تو تم دوپٹہ سر پر لے لو۔“ اس نے دھیسے سے کہا اور کن اکھیوں سے اس کا چہرہ دیکھا اس کے تاثرات نارمل ہی رہے۔

”آپ کہتی ہیں تو ٹھیک ہے، ویسے بھی ماں جان بھی اب مجھ سے کہتی ہیں کہ میں دوپٹہ طریقہ سے اوڑھا کرو، لیکن عادت نہیں ہے نہ اس لئے ہمیشہ گڑبڑ ہو جاتی ہے سر مجھے جب بھی پڑھانے آئے تو کوئی سا اوڑھ کر ہی بھگم بھاگ اسٹڈی میں پہنچتی ہوں، سر بھی سوچتے ہوں گے کہ مجھے ڈریسنگ سینس ہی نہیں ہے۔“ وہ سادگی سے بولنے لگی۔

اور عزیزی جو کافی ڈری ہوئی تھی کہ وہ نہ جانے کیساری ایکٹ کرے برانہ مان جائے جبکہ وہ تو بڑی آسانی سے ہی مان گئی، عزیزی نے اس کی خوبصورت بڑی بڑی سبز آنکھوں میں کا جل لگایا اور دوپٹہ سلیقہ سے پنوں کے ذریعے سیٹ کر دیا۔

”بہت اچھی لگ رہی ہو۔“ وہ اپنی تعریف پر جھینپ گئی۔

”تم بولتی بہت اچھا ہو مگر آج بہت ساری خواتین ہوں گی اس لئے زیادہ نہیں بولنا۔“

”میں بہت زیادہ تو نہیں بولتی، بٹ آپ لوگوں کو میرا بولنا ایری ٹیٹ کرتا ہے تو میں خاموش رہوں گی۔“

”ارے نہیں، میں نے ایسا نہیں کہا، اصل میں ہر انسان کی نیچر دوسرے سے مختلف ہوتی ہے اور رمزنی کے سسرال والوں کو تو ہم خود نہیں جانتے کہ وہ کس نیچر کے ہیں، اب وہ ہمارے مہمان ہوں گے تو ہمیں تو خیال رکھنا ہی پڑے گا

ماہنامہ حنا 203 اپریل 2012



نہ کہ انہیں کسی کی کوئی بات بری نہ لگے اور جیسے میں رمزی کی بہن ہوں، تم بھی رمزی کی بہن ہو۔“ اس نے نرمی سے کہتے ہوئے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھے اور وہ دھیمے سے مسکرا دی۔

”ٹھیکس آپ! اصل میں میری کوئی بہن نہیں ہے نہ اس لئے مجھے یہ سب نہیں پتہ اور میں نے تو آج تک اس طرح کا کوئی فنکشن بھی اہینڈ نہیں کیا، تنہیال، ددھیال میں بھی کوئی نہیں ہے، ماں جان کی بس کچھ فرینڈز ہیں اور ان کے ہاں کا ماحول ہمارے ہاں جیسا ہی ہے اور آپ کے ہاں کا ماحول ہمارے ماحول سے بہت ڈیفرنٹ ہے۔“ اس نے بات کے اختتام پر مسکرا کر اسے دیکھا اور ہاتھ میں گھڑی باندھنے لگی اور اس کی باتیں کلائی میں رمزی نے اپنی پنک چوڑیاں سجا دیں۔

”آپ! یہ کتنی خوبصورت لگ رہی ہیں، میں نے فرسٹ ٹائم چوڑیاں پہنی ہیں۔“ اس کا جوش بچوں جیسا تھا، جیسی ملازمہ عزیزی کو بلانے چلی آئی کہ لڑکے والے آنے والے تھے اور وہ رمزی کو اکیلے چھوڑ کر روم سے نکل آئیں۔

”آپ! مجھے بھا جان سے بات کرنی ہے۔“ ساتھ چلتے ہوئے کہنے لگی۔

”نوراں، تم مشام کو لالہ خان کے کمرے میں لے جاؤ۔“ وہ ملازمہ سے کہتی بیٹھک کی طرف بڑھ گئی اور مشام ملازمہ کے ساتھ انجی خان کے کمرے میں آگئی جہاں شافع لغاری ٹھہرا تھا، انجی خان نے دوست کو گیسٹ روم کی بجائے اپنے کمرے میں ہی ٹھہرایا تھا اور مصطفیٰ خان کو بھی اعتراض نہیں ہوا کہ وہ بیٹے کو جانتے ہیں کہ وہ کتنا محتاط فطرت ہے اور شافع لغاری پر بھروسہ کر کے اسے گھر تک لایا ہے تو ضرور بھروسے کے لائق ہو گا ورنہ ان کی حویلی کے مردان خانے تک بھی نہیں

ان کے دونوں ہی بیٹوں کے دوست نہیں آئے جبکہ انجی خان اسے حویلی کے اندرونی حصے میں لے آیا اور وہ خود بھی شافع سے ملے تو وہ انہیں ایک سلجھا ہوا انسان لگا کہ انہیں انسانوں کی اتنی تو پرکھ ہے کہ اچھے دیرے کی تمیز کر سکیں، نوراں اسے باہر ہی چھوڑ کر چلی گئی، اس نے دروازے پر دستک دی اور انجی خان کی اجازت پا کر اندر داخل ہو گئی اور وہ اسے دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس کو کہاں اندازہ تھا کہ مشام ہوگی کہ اس نے تو سوچا کہ گھر کا کوئی ملازم ہوگا کہ اس کے ہی نہیں گھر کے باقی مردوں کے کمروں تک بھی ملازما میں نہیں جاتیں اور وہ اسے دیکھ کر شرمندگی سے نگاہ چرا گئی اور اس نے تو بڑی ہی عجلت میں شرٹ اٹھا کر پہن لی کہ وہ اس وقت ٹراؤزر پہنے ہوئے ہے۔

”آپ، یہاں تک کیوں آئیں؟“

”وہ مجھے بھا جان.....“

”شافع واش روم میں ہے، آپ واپس چلی جائیں، کچھ دیر میں وہ آجاتا ہے تو میں اسے بتا کر آپ کو بلا لوں گا۔“ اس نے اب کے اس دیکھتے ہوئے کہا، گلابی دوپٹے کے ہالے میں اس کا سن موہنا چہرہ کافی خوبصورت لگا۔

”میں بھا جان کا ویٹ کر لیتی ہوں، مجھے بہت ضروری بات کرنی ہے۔“ وہ اس کی بات کا مفہوم سمجھے بنا سادگی سے بولی اور صوفے پر بیٹھ گئی۔

”اوف..... اس طرح کسی نے کمرے میں دیکھ لیا تو قیامت ہی آجائے گی۔“ اس نے سوچا اور کمرے سے ہی جانے کا سوچنے لگا کہ شافع بال تو لیے سے رگڑتا ہوا چلا آیا۔

”ارے یہ محترمہ کون ہیں؟“ بہن کو دیکھ کر خوشگوار حیرت سی ہوئی تو شرارت سے کہا۔

”بھا جان! کیا میں اس طرح دوپٹہ اوڑھ کر بہت بڑی لگ رہی ہوں؟“ وہ مرے مرے لہجے میں پوچھنے لگی۔

”ارے نہیں، میری گڑیا تو بہت پیاری و پاکیزہ سی لگ رہی ہے۔“ اپنے مخصوص نرم لہجے میں کہہ کر اس کی ناک دبائی۔

”تم کہاں جا رہے ہو، چہنچ کر لو تو ساتھ ہی چلیں گے۔“ خود کو مس فٹ پاتے ہوئے جانے لگا تو شافع کی آواز پر پلٹ آیا، تمہیں تو پہن ہی چکا تھا اس لئے آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر بال بنانے لگا۔

”ٹھیک گاڈ، ورنہ تو میں سمجھی کہ شاید میں اچھی نہیں لگ رہی، عزیزی آپ نے میرا دل رکھنے کو جھوٹ کہہ دیا ہے۔“ پرسکون سی سانس بھرتے ہوئے مسکرا کر شافع کو دیکھا۔

”اور بھا جان یہ چوڑیاں دیکھیں، پیاری ہیں نہ مجھے عزیزی آپ نے پہنائی ہیں۔“ اس نے گلابی کلائی میں گلابی ہی بھر بھر کالج کی چوڑیاں اس کے سامنے کیں، وہ دونوں کو آئینہ میں صاف دیکھ سکتا ہے اور اس کی آنکھوں میں بھی ستائش سی تری تھی کہ جیسے گلابی چوڑیاں بنی ہی اس کی ددھیال گلابی بانہ کے لئے ہوں۔

”بہت اچھی لگ رہی ہیں اور تم یہاں آئیں، کیا کوئی خاص بات تھی؟“

”جی وہ مجھے ماں جان یاد آ رہی ہیں، ان سے بات کروا دیں، میرا بیلنس ختم ہو گیا ہے۔“ اس نے آنے کا اصل مقصد بتایا تو اس نے سائیڈ ٹیبل پر سے سیل فون اٹھا کر راحیلہ لغاری کا سیل نمبر ڈائل کر کے موبائل اس کی طرف بڑھا دیا۔

”ماں جان! یہاں سب بہت اچھے ہیں، عزیزی آپ! اور رمزی آپ! ریڈ سوٹ میں اتنی حسین لگ رہی ہیں کہ بس اور ماں جان عزیزی آپ! نے

مجھے اتنی پیاری چوڑیاں پہنائی ہیں، گھر آ کر آپ کو دکھاؤں گی۔“ وہ نان اسٹاپ شروع ہو گئی تھی وہ دونوں باہر جانے کو تیار تھے مگر اس کی باتیں ہی ختم ہونے میں نہیں آرہی تھیں۔

”جی میں بھا جان کو بالکل تنگ نہیں کر رہی ہوں، آپ بھا جان سے بھی پوچھ سکتی ہیں اور پتہ ہے ماں جان۔“ اتنے میں انجی خان کے پاس برات آ جانے سے پہلے آیا تو شافع سے کہہ کر اس نے چائنا چاہا اور اس نے ساتھ چلنے کا کہہ کر مشام کے ہاتھوں سے سیل فون لے لیا۔

”السلام علیکم ماں جان! یہاں سب ٹھیک ہے اور دولہا دالے آگئے ہیں اس لئے آپ سے بعد میں بات کریں گے، اللہ حافظ۔“ سلام کا جواب پا کر اس نے جلدی جلدی کہہ کر لائن کاٹ دی۔

”اتنا بول کر تھکتی نہیں ہو، اب جاؤ برات آ گئی ہے میں انجی کے ساتھ باہر جا رہا ہوں۔“

”بھا جان! میں بھی ساتھ چلوں، مجھے برات دیکھنے کا بہت شوق ہے۔“

”نہیں تم اندر جاؤ، تمہاری عزیزی آپ! تمہارا ویٹ کر رہی ہوں گی۔“ وہ جو بحث کرنے کو پر توڑنے لگی تھی اس کی بات کے اختتام تک جھپاک سے باہر نکل گئی اور وہ دونوں آگے پیچھے چلتے باہر کی طرف بڑھ گئے۔

☆☆☆

”بھا جان! آپ رمزی آپ! سے شادی کر لیں۔“ شافع لغاری کی سماعتوں پر اس نے گویا کوئی بم پھوڑ دیا۔

”دماغ خراب ہو گیا ہے؟ جانتی بھی ہو کیا کہہ رہی ہو؟“

”پلیز بھا جان! رمزی آپ! بہت رو رہی ہیں، سب ان کو بہت برا بھلا کہہ رہے ہیں اور ان



کی دادی خانم کہہ رہی تھیں کہ آج اگر رمزی آپ کی برات لوٹ گئی تو بھی ان کی اور عزتی کی آپ کی شادی نہیں ہوگی، سرکی ماں خان نے تو اپنا دوپٹہ لڑکے کی ماں کے قدموں میں رکھ دیا اور وہ اس پر پاؤں رکھ کر آگے بڑھ گئیں، اس لئے آپ رمزی آپنی سے شادی کر لیں، وہ بہت اچھی ہیں۔ وہ روتے ہوئے بھرائے ہوئے لہجے میں بول رہی تھی۔

نکاح سے قبل لڑکے کے پاس کسی آدمی کا فون آیا اس نے خود کو رمزی کا چاہنے والا بتایا اور نہ جانے کیا کچھ بکواس کی کہ ولید خان نے نکاح سے ہی انکار کر دیا، وہ آدمی اور کوئی نہیں واثق تھا کہ کچھ دیر قبل رمزی کے سوبائل پر اس کی کال آئی تھی جو رمزی نے ہی رسیو کی کہ عزتی سیل کمرے میں ہی چھوڑ گئی تھی اور اس نے رمزی کو دھمکی دی تھی کہ وہ اس کی شادی نہیں ہونے دے گا، رمزی بہت ڈر گئی تھی، کیا کرے کیا نہیں اسی الجھن میں تھی کہ اسے اس کی کزنز نیچے لے جانے کے لئے آگئی وہ عزتی سے بھی کچھ نہ کہہ سکی اور قاضی صاحب نے نکاح کی کارروائی شروع ہی کی تھی کہ ولید خان کا سوبائل بجنے لگا اور کال رسیو کی تو وہ سب بکواس سن کر وہ ٹکے میں پہنے ہار دور اچھالتا کھڑا ہو گیا اور نکاح سے صاف انکار کر دیا موصطفیٰ خان نے بہت منت سماجت کی مگر وہاں اب کسے پرواہ تھی، اجتماعی خان نے بھی ہر طرح سے سمجھانے کی کوشش کی مگر مقابل سمجھنا ہی نہ چاہے تو کوئی کیسے سمجھا سکتا ہے؟ وہاں موجود ہونے کی وجہ سے شائع نے بھی سارا تماشہ ملاحظہ کیا تھا اور برات واپس لوٹ گئی تھی، اجتماعی خان کی دادی نے اپنی بیٹی سے کہا کہ وہ رمزی کو اپنی بہو بننے لے کر وہ بھی صاف انکاری ہو گئیں کہ آنکھوں دیکھی کبھی نہیں نگل سکتیں۔

سب کچھ اپنے کانوں سے سنا اور آنکھوں سے مشام نے بھی دیکھا اور اس کے ذہن میں نہ جانے کیسے یہ خیال آگیا اور وہ کسی کی پرواہ کیے بغیر مردان خانے میں آئی، اس پر پہلی نظر ابزنی خان کی پڑی اس نے بھائی سے کہا اور اجتماعی نے شائع سے اور وہ اٹھ کر باہر آیا اور اس کے کہنے پر اسے لئے باہر لان میں آگیا مگر اسے امید نہیں تھی کہ وہ یہ سب کہے گی۔

”پلیز میٹھ، چپ کر جاؤ، تمہیں ان باتوں کی کچھ خبر نہیں ہے اس لئے ان معاملات میں مت الجھو۔“ اس نے سختی سے ٹوکا۔

”آپ سمجھ کیوں نہیں رہے بھاجان! رمزی آپنی ایسی نہیں ہیں۔“ وہ زور دے کر بولی۔

”اچھا تم انہیں جانتی ہی کتنا ہو؟“ طنزاً پوچھا۔

”میں ان کو نہیں جانتی مگر آج جو ہوا اس میں وہ بے قصور ہیں، میں نے خود انہیں فون پر بات کرتے سنا تھا۔“ اس نے اچانک سن لینے والی بات بتانا شروع کی۔

”آپ کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہیں؟ میں نے کیا بگاڑا ہے آپ کا؟ پھپھر مارنے پر بھی آپ نے ہی مجبور کیا آپ مجھے کیوں تنگ کر رہے تھے؟ لیکن جس طرح آپ نے جعلی خط اور نقلی تصاویر کے ذریعے مجھے بدنام کرنے کی کوشش کی تھی مگر ناکام ہوئے آج بھی آپ کچھ نہیں کر پائیں گے۔“ اس نے یہ سب ایک ساتھ نہیں کہا تھا، مشام نے ایک سانس میں ہی بتایا کہ وہ صرف رمزی کو سن رہی تھی ٹیلی فون کے اس پار شخص کی آواز نہیں، اس لئے وہ کیا کہہ رہا تھا وہ نہیں جانتی تھی۔

”میں نے یہ سب اس وقت بھی بتانا چاہا تھا مگر عزتی آپنی نے مجھے روک دیا، مگر آپ یقین

کریں وہ بہت اچھی ہیں اور بھاجان جو جھوٹا ہوتا ہے وہ کبھی نہیں روتا، آپ پلیز ان سے شادی کر لیں، آپ کے لئے ماں جان لڑکیاں دیکھ رہی ہیں کسی سے تو آپ شادی کریں گے نہ تو پھر رمزی آپنی سے ہی کر لیں، وہ دیکھنے میں بھی بہت پیاری سی ہیں ایک دم باری ڈول کی طرح، نرم و نازک۔“ اس نے بھائی کے ہاتھ تھام لئے، اس نے بہن کو دیکھا اس کی آنکھوں میں کمی تھی، وہ حساس دل رکھنے والے درد مند لڑکی ہے، اندر ہوئی باتوں نے اسے کافی ہرٹ کر دیا ہے اسی لئے اس نے ایسا سوچا کیونکہ معصوم و سادہ حساس لوگ بے ضرر اور دوسروں کی تکلیف اپنے دل پر محسوس کرتے ہیں اور یہی اس کے ساتھ بھی ہوا، جو کچھ ہوا وہ پریشان کن تو اسے بھی لگا تھا مگر ایسا خیال نہیں آیا تھا جیسا کہ مشام کہہ رہی ہے۔

”بھاجان! رمزی آپنی سرکی بہن ہیں اور آپ سر پر بھروسہ کر سکتے ہیں تو ان کی بہن پر کیوں نہیں؟ میں جانتی ہوں آپ مجھے راجہ کے گھر صرف اس کے پھائیوں کی وجہ سے نہیں بھیجتے، لیکن آپ نے اجتماعی سر کو مجھے پڑھانے پر مامور کیا، ان میں کچھ تو اچھائی ہوگی نہ جو آپ نے ایسا کیا؟ تو آپ پھر ان کی بہن پر کیوں بھروسہ نہیں کر سکتے؟ جبکہ میری پہچان بھی تو آپ سے ہے نہ، سب مجھے دیکھ کر یہی کہتے ہیں میں آپ کی شائع لغاری کی بہن ہوں، لوگ آپ کے کردار کے آئینہ میں میرا کردار اور میرے کردار کے آئینہ میں آپ کا کردار دیکھتے ہیں، جب میں غلط نہیں ہوں تو سرکی بہن کیسے غلط ہو سکتی ہیں وہ بھی اس صورت میں کہ سر خود ان پر ان کی پاکیزگی ان کے کردار پھر بھروسہ رکھتے ہیں کہ دنیا والے تو کچھ بھی کہہ دیتے ہیں انسان کی گواہی تو اس کے اپنے ہی دیتے ہیں اور رمزی

آپنی کو نہ ان کی ماں خان اور نہ ہی دادی خانم برا سمجھتی ہیں، تو یقیناً ان میں کوئی برائی نہیں ہے اسی لئے تو اتنے سارے لوگ ان کے ساتھ ہیں، اگر ان میں برائی ہوتی تو کوئی بھی ساتھ نہیں دیتا کہ برے وقت میں سایہ بھی سب سے پہلے ساتھ چھوڑتا ہے۔“ آج اس نے شائع کو بے حد حیران کر دیا ہے کہ اسے آج سے قبل کہاں اندازہ تھا کہ اس کی بہن اتنی حساس اور سمجھدار ہوگی، وہ تو اسے بے وقوف ہی سمجھتا تھا مگر اس نے تو آج خود اس سے زیادہ عقلمندی و سمجھداری کا ثبوت دیا ہے۔

”میں کسی کو برا نہ کہہ رہا ہوں نہ سمجھتا ہوں کہ میں کچے کانوں کا نہیں ہوں اپنی سوچ بوجھ سے چلتا ہوں اور تم جو کہہ رہی ہو اس پر عمل نہیں کر سکتا کہ تم وہ سب جذباتیت میں کہہ گئی ہو، اگر میں ایسا کرنے بھی لگوں تو شاید کہ کامیاب بھی نہ ہو پاؤں کہ زندگی جذباتیت و حساسیت کے سہارے نہیں گزرتی اور اس وقت شادی کا فیصلہ جذباتی فیصلہ ہوگا۔“

”بھاجان! آپ ماں جان سے بات کریں اگر ماں جان کو یہ سب ٹھیک لگے تو ٹھیک ہے ورنہ پھر میں آپ سے نہیں کہوں گی کہ آپ رمزی آپنی سے شادی کر لیں۔“ وہ جو ضد کر رہی تھی تو اس سے ایک انچ ہٹنے کو تیار نہیں ہوتی تھی اس نے ضد اور بحث کرنی بہن کو ایک نظر دیکھا اور اس کے کہنے کے مطابق اس نے ماں کو فون ملایا کہ اسے یہی امید تھی کہ وہ منع کر دیں گی کہ اتنے اہم فیصلے یوں بے سوچے سمجھے جذباتی ہو کر لکھوں میں نہیں کیے جاتے، اس نے ساری تفصیل بتا کر مشام کے مشورے اور اس کی چند باتیں بھی ماں سے کہہ دیں۔

”میٹھے کا فیصلہ جذباتی ضرور ہے شائع مگر



”مشام! کوئی بات ہو گئی ہے تم کھانا کیوں نہیں کھا رہی؟“ عزیزی کو فکر ہوئی تھی۔  
”نہیں، بس میں تھک گئی ہوں۔“ وہ تھوڑے سے نکالے ہوئے چاول یونہی چھوڑ کر اٹھ گئی۔

”آپی! میں کمرے میں جا رہی ہوں، مجھے نیند آرہی ہے۔“

”مشام! کسی نے کچھ کہہ دیا ہے؟ ناراض ہو گئی ہو؟“ عزیزی کو فکر ہوئی کہ اب وہ اس کی بہن کی اکلوتی نند ہے اور یوں کھائے بغیر تو کوئی بھی اٹھتا تو انہیں فکر ہونی ہی تھی۔

”ہمارے ہاں ایسا نہیں ہوتا عزیزی آپنی! نکاح کے بعد فوراً ہی کھانا سرد کیا گیا، تصویریں تنک نہیں بنیں، میں اپنی فرینڈز کو کیا دکھاؤں گی جب وہ مجھے کہیں گی کہ میں اپنی بھانجی کی اپنے بھانجا کے نکاح کی تصاویر دکھاؤں، میرے پاس تو کوئی تصویر ہی نہیں ہوگی۔“ وہ منہ بنا کر ناراضگی کی وجہ بتاتی رکی نہیں کمرے میں چلی گئی کہ وہ عزیزی و رمزی کے کمرے میں ہی ٹھہری ہوئی ہے، اس نے یہ سب اچھی خان کو بلا کر اس سے کہہ دیا۔

”ایسی بات ہے تو تم ماں خان سے میرا نام لے کر یہ سب کہہ دو کہ میں ایسا چاہتا ہوں اور رمزی کو ڈرائینگ روم میں لے آؤ، مہمان تو جانا شروع ہو گئے ہیں، میں بابا خان سے بات کر کے کچھ تصویریں بنوا لیتا ہوں، میرے کمرے سے کیمرہ لے آؤ۔“ اس نے فوراً ہی حل پیش کیا، نکاح تو ہو ہی چکا تھا اس لئے کسی کو بھی اعتراض نہیں ہوا، اب ویسے بھی صرف گھر والے ہی رہ گئے ہیں، دونوں شادی شدہ بہنیں جو ایک ہی گھر میں دو بھائیوں کے ساتھ بیاہی گئی ہیں وہ بھی اپنے شوہر و بچوں کے ساتھ واپس چلی گئی ہیں۔

اگر انہیں اعتراض نہ ہو تو میں ابھی نکاح کرنے کو تیار ہوں۔“  
”کیا کہہ رہے ہو شائع تم جانتے ہو کہ ابھی جو.....؟“

”مجھے تمہاری بہن کو نہیں جانتا میں صرف تجھے جانتا ہوں اور میں رمزی سے صرف اس لئے شادی کرنے کی بات کر رہا ہوں کہ وہ تیری بہن ہے اور تو بہن پر بھروسہ کرتا ہے اسے غلط نہیں مانتا یہی میرے لئے بہت ہے اور میں ماں جان سے بھی بات کر چکا ہوں انہیں بھی اعتراض نہیں ہے، ہاں اگر تجھے اپنی بہن غلط لگتی ہے تو صاف کہہ کہ میں صرف تیرے بھروسہ پر یہ شادی کرنا چاہتا ہوں اور مجھے اتنا تو تجھ پر اور تیری دوستی پر مان ہے کہ تو میرے ساتھ بددیانتی سے کام نہیں لے گا۔“ اس نے صاف بات کی لگی لپٹی رکھے بغیر۔

”ایسی ہی بات ہے نہ تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے اور تو اس وقت نکاح کر لے، ہاں اور اگر میری بہن کے کردار اس کی پاکیزگی میں رتی برابر بھی کمی پائے تو، تو اسے طلاق بعد میں دینا پہلے جھوٹ اور بددیانتی سے کام لینے پر میرا سر قلم کر دینا۔“ اس نے نہایت سنجیدگی و ٹھوس لہجے میں کہا اور اس کے بعد بانی کے مراحل بہت تیزی سے طے ہوتے گئے، رمزی خان ایجاب و قبول کے بعد رمزی شائع لغاری بن گئی، رمزی کے گھر کے سب ہی افراد غیر معمولی سنجیدہ تھے ایک بس مشام ہی تھی جو بچوں کی طرح خوش تھی اور اس کا جوش اور خوشی اس کے انداز اور چہرے سے چھلکی جا رہی تھی، نکاح کے فوراً بعد کھانے کا سلسلہ شروع ہو گیا تو مشام کا منہ بن گیا اس نے کھانا بھی ڈھنگ سے نہیں کھایا اور جیسے اس کی خوشی چہرے سے چھلک رہی تھی غلطی بھی ظاہر ہونے لگی کہ اسے اپنے تاثرات چھپانے نہیں آتے۔

ہی مر جھا گیا، آنکھوں میں جھلملاتی امید دم توڑ گئی اور وہ مرے مرے قدموں سے اندر کی طرف بڑھ گئی۔

☆☆☆

”بابا خان! آپ کیوں پریشان ہوتے ہیں، ولید خان کوئی آخری شخص نہیں تھا، ہماری رمزی کی شادی ایک بہت اچھے انسان سے ہوگی، آپ خدا سے اچھی امید رکھیں اور کوئی کچھ بھی کہتا رہے آپ کہنے دیں، آپ بس خود رمزی پر بھروسہ رکھیں کہ اس نے کچھ غلط نہیں کیا ہے اس کا کردار آئینہ کی طرح شفاف ہے۔“ نکاح کے لئے آئے مہمان سرگوشیاں کرتے جانے کو کھڑے ہو گئے تو وہ نڈھال سے سر جھکائے بیٹھے باپ کے برابر بیٹھے ہوئے بولا اور وہ فیصلہ جواب تنک نہیں ہو سکا تھا وہ یکدم ہی ہو گیا۔

”ہم رمزی پر یقین رکھتے ہیں، مگر یہی یقین سب کو کیسے دلائیں گے؟ برات لوٹ گئی، برادری والے جارہے ہیں۔“

”اچھی! مجھے تجھ سے کچھ بات کرنی ہے۔“ مصطفیٰ خان کی بات ادھوری رہ گئی اس نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا اور اس کے باہر آنے کا اشارے پر اس کے پیچھے چلا آیا اور اس کے کہنے پر ہی واپس پلٹا اور سب مہمانوں کو دس منٹ مزید رکنے کا کہا اور پھر شائع کے پاس چلا آیا۔

”شائع! سب ٹھیک تو ہے نہ؟“

”میں رمزی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔“ اس کی بات کاٹ کر کہا اور وہ اس کا مدعا سن کر حیرت سے کنگ ہوتا بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا۔

”تم جانتے بھی ہو شائع کہ کیا کہہ رہے ہو؟“

”ہاں اور تم اپنے بابا خان سے بات کر لو

دانشمندانہ بھی ہے اس لئے مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے کہ میں اچھی کو اس کے بہن سے جانتی ہوں جتنا بھروسہ تم پر کرتی ہوں اتنا ہی اچھی پر بھی کرتی ہوں اسی لئے اسے اپنے بیٹی کا ٹیوٹر رکھا، ہاں تم اگر اس بچی سے صرف اچھی کی بہن ہونے کے ناطے شادی کر سکتے ہو اور ساری زندگی بھلا بھی سکتے ہو تو تم اچھی سے بات کر لو کہ تم اس کی بہن سے شادی کر دو گے، مگر یہ یاد رکھنا شائع کہ یہ فیصلہ دل و دماغ کی مکمل آمادگی سے کرنا کہ یہ فیصلہ زندگی کا سب سے اہم فیصلہ ہوتا ہے کبھی ہم اگر مہیشے کی بتائی بات کی روشنی میں اس بچی کو سچ مان لیں لیکن اگر یہ بات ہی آگے جا کر درست نہ نکلے تو تب تمہارا فیصلہ کیا ہوگا؟ اور کیا تم اتنے اعلیٰ ظرف ہو کہ ایک لڑکی کی عین شادی کی شام شادی ٹوٹ جانے کے بعد بھی اسے اپنا شریک سفر بناؤ اور ساری زندگی اس کے ساتھ پوری ایمانداری سے کسی بھی قسم کا شک دل میں لائے بغیر گزار سکتے ہو؟ ہاں تو تم یہ شادی کر لو میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں اور نہیں تو اس سب کو بھول جاؤ کہ وقتی طور پر تو ترس تو کوئی بھی کھا سکتا ہے، جذباتی ہو کر فیصلہ بھی کر سکتا ہے، مگر اپنے کیے فیصلے کی چاہے وہ غلطت میں لیا گیا ہو یا بہت سوچ بچار کے بعد، لاج رکھنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہوتی اور تم اگر آج یہ فیصلہ لیتے ہو تو میں تم پر اپنی پرورش پر فخر محسوس کر دوں گی۔“ راحیلہ لغاری نے اس پر نہ فیصلہ تھوپا نہ اسے فیصلہ لینے پر مجبور کیا، انہوں نے ساری حقیقت اور بعد کے ہونے والے عوامل کھول کر سامنے رکھ دیئے۔

”کیا کہا ماں جان نے؟“ سیل فون آف کرتے دیکھ کر بے قراری سے پوچھا۔

”منع کر دیا ہے۔“ جان چھڑانے کو کہا کہ وہ بے حد الجھ گیا تھا اس کو دیکھا اس کا چہرہ یکدم



”یار! اس سب کی ضرورت نہیں ہے۔“  
شافع نے روکنا چاہا تو اس نے اصل بات بتا دی۔

”سیٹھی بھی نہ، نت نئے خیال اسے ستاتے رہتے ہیں بٹ تم اس سب کو رہنے دو میں میٹھی سے بات.....“

”تصاویر تو بنی ہی تھیں، ٹینشن میں ذہن سے ہی یہ سب نکل گیا اور اسی بہانے تم رمزی کو بھی دیکھ لیتا۔“ اس نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

”اب دیکھنے سے کیا ہوگا جناب! ہماری امانت تمہارے پاس ہے اور ماں جان جب چاہیں گی اپنی امانت کو آکر رخصت کروالیں گی چلو اچھا ہے تصویریں بن جائیں گی تو ماں جان اپنی بہو کے درشن کر لیں گی۔“ اججی خان اسے دیکھنے لگا وہ ہمیشہ کی طرح نرم خور اور سنجیدہ ہی لگا۔

”بھٹنکس، شافع! تمہارا یہ احسان.....“

”احسان میں نے نہیں تم نے مجھ پر کیا ہے اججی کہ تم نے میرا پر پوزل ایکسپٹ کیا، صرف تمہاری وجہ سے اتنی آسانی سے میری ترقی ہو گئی ہے اور میں تو بیٹھے بٹھائے دولہا بن گیا، وہ کیا کہتے ہیں کہ ہلدی لگی نہ پھٹکری رنگ جو کھے کا چوکھا۔“ اس نے اججی کے لئے مخصوص کی ہوئی بے تکلفی سے کہا اور اس کو نارمل دیکھ اسے سکون سا محسوس ہوا۔

”میں دیکھتا ہوں کہ در کیوں ہو رہی ہے۔“ اس نے نم ہو جانے والی آنکھیں دوست سے چھپا لیں۔

”اججی! ہم دوست تھے، ہیں اور رہیں گے، تو نے سالانہ بننے کی کوشش کی نہ تو الٹا لٹکا دوں گا۔“ اس نے کاندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے تنبیہ کرتی نگاہوں سے دیکھا۔

”اور تو نے بھی بہنوئی بننے کی زیادہ کوشش کی نہ تو میں اس سے بھی زیادہ برا حشر کروں گا۔“ وہ مسکرا کر بولا اور اس نے بے ساختہ ہی قہقہہ لگایا، اسی وقت عززی اور مشام رمزی کو دائیں بائیں سے تھامے چلی آئیں کہ وہ تو آنا ہی نہیں چاہ رہی تھی، سبز رنگ کے سوٹ میں سوگوار سی کافی اچھی لگ رہی تھی کہ وہ حسین تو ہی تھی سرخ ناک اور گلابی آنکھیں، بلکے سے میک اپ سے اور سج مٹی تھیں، ان کو دیکھ کر وہ شافع کو لے کر صوفوں تک آ گیا، رمزی نے اسے بڑے صوفے پر بٹھا دیا تھا شافع لغاری اس کے پہلو میں بڑی شان سے ٹک گیا، مشام اس کے برابر بیٹھ گئی۔

”بھا جان! رمزی! آپ بہت پیاری ہیں نہ؟“ چھوٹے ہی سوال کیا وہ کیا جواب دیتا قدرے خفیف سا ہو گیا، ساتھ والے صوفے پر دادی خانم اور بابا خان بیٹھے تھے دونوں سنگل صوفوں پر ماں خلیں اور ابڑی خان براجمان تھے، عززی نے کمرہ اججی خان کو دے دیا۔

”بتائیے نہ بھا جان! رمزی! آپ کو کیسی لگیں؟“ اس نے بھائی کا کندھا ہلایا۔

”تمہیں پسند آئی ہیں نہ تو مجھے کیسے بری لگ سکتی ہیں۔“ اس نے سنجیدگی سے نرمی سے کہا اور خاموش رہنے کا اشارہ بھی ساتھ ہی کر دیا، دو سے کچھ تصویریں ان تینوں کی ساتھ لیں مشام نے پھر عززی کو بھی بلا لیا وہ رمزی کے برابر بیٹھ گئی، پھر کتنی ہی تصویریں صرف ان دونوں کی اس نے اپنے کمرے سے کھینچ لیں۔

”رمزی! سنگل تصویریں بھی بنائیں، میں ساری تصویریں ماں جان کو دکھاؤں گی۔“ اس نے جوش سے اپنا ارادہ بتایا۔

”تم اگر رمزی سے بات کرنا چاہتے ہو تو۔“ اججی نے شافع سے کہا۔

”ارے نہیں یار! کیا مجھے جانتے نہیں ہو،

میں اس ٹائپ کا انسان ہی نہیں ہوں اور کچھ کہوں تو نی الحال کوئی بات کرنے کو بھی نہیں ہے، کچھ دقت گزرنے دو، سب خود یہ خود سیٹ ہو جائے گا، نی الحال سونے جا رہا ہوں، تھک گیا ہوں اور ایک بات اب تک میں صرف تیری خوشی کے لئے ٹھہر گیا تھا مگر اب مزید نہیں، اس لئے میں صبح ہی ہوٹل شفٹ ہو جاؤں گا، اس مانی ریکوسٹ ٹویو، تو کوئی آنکجیشن نہیں لگائے گا۔“ اس کو منہ کھولتے دیکھ کر نرمی سے کہا۔

”اچھا صبح کی صبح دیکھی جائے گی اور میں بابا خان سے بات کروں گا، اگر انہیں تمہارے جانے پر اعتراض نہ ہو تو تم چلے جانا۔“

”وہ تو ٹھیک ہے۔“ کہتا اججی خان کے کمرے میں آ گیا رات کے گیارہ بج گئے تھے اس نے راحیلہ لغاری کو کال ملائی، انہیں وہ نکاح سے قبل آگاہ کر چکا تھا باقی کی تفصیل بھی بتا دی اور انہوں نے بھی یہی کہا کہ وہ ہوٹل شفٹ ہو جائے اور وہ اپنی سیٹ کفرم کروا کے اسے انفارم کریں گی۔

☆ ☆ ☆

جس دن سے وہ آئے تھے کھانے و ناشتہ کی ٹیبل پر صرف گھر کے مرد ہی ہوتے تھے اب سب ہی موجود تھے، سوائے رمزی کے کہ ٹینشن و گھبراہٹ سے اسے بخار ہو گیا ہے وہ عززی سے بات بھی صرف مشام کی وجہ سے نہیں کر سکتی تھی کہ وہ تو اس نکاح پر بھی راضی نہیں تھی اسے اججی خان نے یہ کہہ کر راضی کیا تھا کہ ”رمزی جو ہو رہا ہے اسے نصیب کا لکھا سمجھ کر قبول کر لو اور شافع لغاری دیکھنا تمہارے حق میں بہت اچھا ثابت ہوگا، شافع اعلیٰ کردار و اعلیٰ سوچ کا حامل شخص ہے۔“

”لیکن لالہ خان! کیا وہ مجھ پر اعتبار کر سکیں گے؟“

”ہاں تم اعتبار دو گی تو کیوں نہیں کرے گا، دیکھو رمزی حقیقت اچھی ہو یا بری وہ سامنے آ کر رہتی ہے اس لئے فضول کی ٹینشن نہ لو۔“ اس نے بہن کے سر پر ہاتھ رکھا تو وہ ہلکے ہلکے کر رو دی، عززی نے اسے بمشکل چپ کر دیا تھا اس نے نکاح نامے پر ہزار خدشوں اور الجھنوں کے ساتھ دستخط کیے اور ظاہر ہے یہ خدشات وقت کے ساتھ ساتھ بڑھنے تھے یا ختم ہو جانے تھے۔

☆ ☆ ☆

ناشتہ کے بعد مشام نے گھوٹے جانے کا اعلان کر دیا، ان کو گائیڈ کرنے کا اججی خان تو جا ہی رہا تھا اس نے عززی کو بھی راضی کر لیا، رمزی کو بخار نہ ہوتا تو وہ تو اسے بھی ساتھ ضرور لے کر جاتی وہ لوگ بھرپور دن گزار کر شام گئے تک گھر لوٹے ہوٹل شفٹ ہونے کے لئے مصطفیٰ خان نے سختی سے منع کر دیا تھا تو شافع لغاری نہ چاہتے ہوئے بھی محض ان کے احترام میں خاموش ہو گیا، تین دن بعد راحیلہ لغاری بہو کے لئے ڈھیر سارے کپڑے اور زیورات وغیرہ لے کر چلی آئیں، انہیں بھی گلابی رنگت والی، نرم و نازک سی بڑی بوی آنکھوں والی رمزی بہت پسند آئی، ان لوگوں کا تو سال کے بعد رخصتی کا پروگرام تھا مگر راحیلہ لغاری تو کافی عرصے سے بیٹے کے لئے لڑکی ڈھونڈ رہی تھیں اور جلد سے جلد شادی کرنا چاہتی تھیں، وہ محض دو ماہ بعد کی رخصتی کی تاریخ لے کر ہی کراچی لوٹیں اور پھر دو ماہ تو ہلکے جھپکتے میں ہی گزر گئے اور رمزی رخصت ہو کر ”لغاری پیلس“ میں چلی آئی، دو ماہ میں شافع لغاری کے جذبات بھی آج دینے لگے تھے کہ ڈیرہ غازی خان سے واپسی سے قبل لاسٹ پکنک میں رمزی بھی ساتھ تھی اور اسے بھی وہ کافی اچھی لگی تھی، رمزی کافی ڈری ہوئی اور خدشات کا شکار تھی لیکن شافع

☆ ☆ ☆

ماہنامہ حنا 210 اپریل 2012

☆ ☆ ☆

ماہنامہ حنا 211 اپریل 2012

☆ ☆ ☆

ماہنامہ حنا 212 اپریل 2012

☆ ☆ ☆

ماہنامہ حنا 213 اپریل 2012

☆ ☆ ☆

ماہنامہ حنا 214 اپریل 2012

☆ ☆ ☆

ماہنامہ حنا 215 اپریل 2012

☆ ☆ ☆

ماہنامہ حنا 216 اپریل 2012

☆ ☆ ☆

ماہنامہ حنا 217 اپریل 2012

☆ ☆ ☆

ماہنامہ حنا 218 اپریل 2012

☆ ☆ ☆

ماہنامہ حنا 219 اپریل 2012



لغاری کا نارمل پیار بھرا انداز دلچسپا سے مطمئن کر گیا۔

”آپ مجھ پر ہمیشہ بھروسہ رکھیے گا شافع، کہ نہ میں نے پہلے کبھی کچھ غلط کیا نہ آئندہ کروں گی۔“ رخساروں پر آنسو روانی سے گرنے لگے۔

”تم نے آج سے قبل کیا کیسی زندگی گزاری؟ میں تم سے جواب طلبی نہیں کر سکتا، ہاں آج کے بعد کی زندگی میں جواب طلبی کا میں بھی حق رکھتا ہوں اور تم بھی، جو ہوا اسے بھول جاؤ، یہ بھی بھول جاؤ کہ ہماری شادی کیسے حالات میں کس وجہ سے ہوئی، ہم دونوں نے ایک دوسرے کو اعتبار دینا ہے اور تا زندگی اسے قائم بھی رکھنا ہے اور مجھے اپنے فیصلے پر اتنا تو یقین ہے کہ مجھے کبھی پچھتانا نہیں پڑے گا اور ایسا صرف اپنے عمل سے ہی نہیں تمہیں بھی اپنے عمل سے بنانا ہوگا۔“

اس کے آنسو صاف کیے تھے۔

”اماں جان کہتی ہیں لڑکی کی جیا اس کے لفظوں، عمل، لباس سے زیادہ اس کی آنکھوں سے جھلکتی ہے اور میری بیوی کی آنکھوں میں شرم و حیا اور سچائی میں صاف دیکھ رہا ہوں اور جس آنکھ میں جیا ہو وہ کبھی جھٹک نہیں سکتیں۔“ اس کی لرزتی پلکوں کو بغور دیکھتے ہوئے دل ہی دل میں خود سے مخاطب ہوا اور وہ اس کی نگاہوں سے بے حد کنفیوژ ہو گئی تھی اور لب کھلتے ہوئے نادانستگی میں لاشعوری طور پر کچھ پیچھے ہوئی تھی کہ اس کی محویت چوڑیوں کی چھٹک پائل کی جھنکار پر ٹوٹی اور وہ اس کے دور ہونے کی ہر کوشش کو ناکام بنا گیا۔

☆☆☆

”عزیز! میں اب نہیں جاسکتی ہوں، وہاں وہ خبیث شخص بھی ہوگا، تعلیم حاصل کرنا ڈاکٹر بننا میرا خواب ہے، مگر خوابوں کو تکمیل تک پہنچانے کے لئے میں زندگی کی سچائیوں کو گہن نہیں لگا سکتی،

شافع مجھ سے محبت کرتے ہیں، مجھ پر بھروسہ کرتے ہیں کہ انہوں نے مجھ سے شادی بہت کچھ نظر انداز کر کے کی اور اب میری کوشش یہی ہے کہ میں ان راستوں پر ہی نہ چلوں جو مجھے کسی مشکل میں ڈال دیں، میں نے کچھ غلط نہیں کیا تھا مگر میں معتبہ ٹھہرائی گئی، شافع نے اس وقت میرا ہاتھ تھاما جب میری سکی پچھو نے اپنانے سے انکار کر دیا تھا، اس نے جیسے ولید خان کو میرے خلاف بھڑکایا اس نے ایسا ہی شافع کو بھڑکانے کی کوشش کی تو میں تو جیتے جی مر جاؤں گی، شافع کو کیسے اپنی بے گناہی کا ثبوت دوں گی کہ اول پہلے تو بابا خان اور ماں خان بھی میرے خلاف ہو گئے تھے، انہوں کی غلط فہمی و شک تو دیر بدر ختم ہو جاتا ہے لیکن میاں بیوی کے رشتے میں شک آجائے تو ان کا رشتہ قائم نہیں رہ پاتا اور قائم رہتا بھی ہے تو بہت کمزور و بودا ہو جاتا اور میں شافع کے ساتھ ایک مکمل ہر شک سے پاک ازدواجی زندگی گزارنا چاہتی ہوں اور اس کے لئے مجھے سب سے پہلے ان راستوں کو ترک کرنا ہوگا جو کچھ نہ کرنے کے باوجود بھی بدنامی و رسوائی کے راستے پر لے گئے تھے۔“ عزیزی کو وہ دو ہفتوں سے ٹال رہی تھی مگر کب تک ایسا کرتی تھی اس لئے اس نے آج اس کو صاف صاف دل کی بات بتا ہی دی، عزیزی کچھ کہہ رہی تھی کہ رمزی کی نگاہ دروازے میں اسیتادہ شافع لغاری پر پڑی تو اس نے فوراً ہی اسے خدا حافظ کہہ دیا۔

”انہوں نے کہیں میری باتیں سن تو نہیں لیں۔“ ذہن میں کوند اسالپا اور تھوڑی ہی دیر میں خیال کی تصدیق ہو گئی۔

”تم کل سے کالج جانا۔“ شوز اتارتے ہوئے بولا اور اس کا کوٹ ہینگ کرتی رمزی چونک کر اس کو دیکھنے لگی۔

”میں صرف تم پر بھروسہ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں رمزی، کہ میں تم پر بھروسہ کرتا اور اس شخص کی حقیقت بھی جانتا ہوں کہ وہ قماش کا انسان ہے اور کسی برے انسان کی لی سے ڈر کر اپنا مستقبل خراب کرنا غیر ہندی ہے اس لئے تم کل سے کالج جانا شروع دو، اگر وہ تمہیں تنگ کرنے کی کوشش کرے تو بتا دینا باقی سب میں خود ہینڈل کر لوں گا اس ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے، میں اب اتنا کمزور نہیں ہوں کہ اپنی بیوی کی حفاظت بھی نہ سکوں۔“ وہ دھیمے سے بولا تو اس کے آنسو نے لگے، شافع نے ہاتھ بڑھا کر اسے خود قریب کر لیا اور وہ اس کے سینے میں منہ پائے بلک اٹھی۔

”آپ مجھ پر بھروسہ کرتے ہیں یہ ہی مرے لئے بہت ہے، میں آپ کا اعتبار بھی نہیں نئے دوں گی۔“ ہچکیوں کے درمیان بولی تھی۔

”اوکے، اوکے اب جاؤ اور میرے لئے لے آؤ میں جب تک فریش ہو جاتا ہوں، آج ڈنر باہر کر س گے۔“ مسکرا کر اس کے آنسو ٹپے اور اس کی پیٹنی چوم لی اور وہ حیا سے تجلیتی دور ہوئی تو وہ تہقہہ لگا بیٹھا۔

☆☆☆

رمزی نے کالج جانا شروع کر دیا، شروع ہوا تو وہ نظر نہیں آیا اور ایک ہفتہ بعد پتہ چلا کہ وہ ہتل میں ہے اس نے جلد ہی کسی اور لڑکی کو اپنا گورنر بنالیا، اس کی بد قسمتی تھی کہ وہ لڑکی بھی ریف تھی اس کے جھانسنے میں نہ آئی اس نے بڑے فادر کو بتا دیا، اس کے فادر کی بہت اوپر تک پہنچی تھی، انہوں نے پہلے تو اسے حوالات کی سیر کردائی اور وہ تو تھا ہی سارے غلط کاموں میں لٹ، بری طرح پھنس گیا اس کی تیل بھی نہیں ہو

پارہی تھی، جیل سے بھاگنے کی کوشش میں وہ اپنی ٹانگ تڑوا بیٹھا، نی الحال ہاسپٹل میں تھا اس کے بعد جیل جائے گا کہ اس کے نئے پرانے سارے کھاتے کھل گئے ہیں سزا ملنی یقینی ہی تھی کہ جرم کے ہاتھ کتنے ہی لمبے کیوں نہ ہو جائیں بالآخر انہیں کٹنا ہی ہوتا ہے۔

☆☆☆

”کیا بات ہے بھئی، آج بہت خوش لگ رہی ہوں۔“ پورے ایک ماہ بعد اس کے چہرے پر سچی خوشی کا عکس دیکھ کر وہ پوچھے بنا نہیں رہ سکا۔

”میں صرف خوش لگ رہی نہیں ہوں شافع، میں واقعی بہت خوش ہوں، اتنی زیادہ کہ لفظوں میں بتا تک نہیں سکتی۔“ وہ کھکتے ہوئے لہجے میں بولی۔

”ایسی کیا بات ہے کچھ مجھے بھی تو پتہ چلے؟“ آستین فولد کرتا وہ بیڈ پر دراز ہو گیا اور اس کے اشارے پر وہ بھی قریب آ بیٹھی۔

”شافع، وہ واقع کو پولیس نے اریسٹ کر لیا ہے اور اس کو سزا بھی ملے گی اور میں اسی لئے بہت خوش ہوں۔“ اس کی اندرونی خوشی لہجے و چہرے سے عیاں ہونے لگی اور اس نے جوش سے ساری تفصیل بتادی۔

”بری بات رمزی یوں کسی کی پریشانی پر خوش نہیں ہوتے، اللہ ناراض ہوتا ہے۔“ سرزنش کرنا چاہی۔

”آئی نو بٹ میں واقعی بہت خوش ہوں کہ اسے اس کے کیے کی سزا کچھ مل گئی ہے اس نے مجھے بہت تنگ کیا ہے، اس نے جو جھٹی خط بابا خان کو دیئے تھے میں اگر اس سب کو بھول بھی جاؤں تو لیکن نکاح ٹوٹنے پر بابا خان کو جوائنٹ برداشت کرنا پڑی، ماں خان کو اپنی اوڑھنی کسی کے قدموں میں ڈالنا پڑی اس سب کو میں چاہ کر



بھی نہیں بھول سکتی، خدا گواہ ہے شافع کہ میں نے اس شخص کو کبھی بددعا نہیں دی، اس نے جو مجھے میرے اپنوں کی نظروں سے گرانے کی کوشش کی اس کے بعد بھی میں نے اس کا برا نہیں چاہا، مگر جب اس کی وجہ سے میرے بابا خان کو سر جھکا کر نظریں چرا کر بات کرنا پڑی، میری ماں خان کو ہاتھ جوڑنے پڑے، اس سب کے بعد بھی میں بددعا تو نہیں دے سکی ہاں میرے دل سے آہ ضرور نکلی تھی آج جب سے اس کے بارے میں سنا ہے دل و دماغ میں اطمینان سا اترتا محسوس کر رہی ہوں۔“ اس کی آنکھوں سے اشک رواں ہو گئے۔

”ریلیکس رمزئی اور اس سب کو بھول جاؤ کہ اللہ معاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور وہ شخص چاہے کتنا برا کیوں نہ ہو ان کی بھی ماں نہیں ہوں گی جو اس کے لئے آزرہ ہوں گی۔“

”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں اور اس طرح کسی کی بربادی پر بھی تو خوش نہیں ہونا چاہیے لیکن میں بھی کیا کروں اتنے ماہ سے صرف اندرونی کشمکش و مینش کی وجہ سے میں کھل کر ہنس نہیں سکی، خوش تک نہیں ہو سکی، سر سے بلالٹی محسوس ہوئی تو اطمینان سا نصیب ہوا کہ اس کے خوف سے تو میں بہت عرصے سے پرسکون نیند میں سو نہیں سکی، شافع لوگ کیوں دھروں کو اس طرح تنگ کر کے مزہ حاصل کرتے ہیں؟ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ وہ کچھ بھی جو کر رہے ہیں اس کی پکڑ بھی ہو سکتی ہے، ایک ذات ایسی بھی ہے جو سب جانتی ہے اور اس کی رسی جتنی دراز ہوئی ہے اتنی ہی تیزی سے سمیٹ بھی لی جاتی ہے۔“ وہ یکدم کہتے کہتے اپ سیٹ ہو گئی۔

”ہم بندے نا سمجھ ہو کر خود کو عقل کل سمجھتے ہیں، اپنی معمولی سی طاقت کو بہت زیادہ سمجھ لیتے

ہیں، برائی کے راستے پر اتنی تیزی سے چلتے ہیں کہ اچھائی کا راستہ ہی کھو بیٹھتے ہیں، اس لئے،“ وہ منہ پھلا کر بولی۔

وقت نہیں صراطِ مستقیم پر چلتے رہنے کی دعا کر چاہیے۔“ وہ نہایت نرمی و حلاوت سے بولا اور ایک ٹنگ اسے دیکھنے لگی۔

”ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟“ ٹانگ دبا لی ہو۔

پوچھا۔

”آپ بہت اچھے ہیں شافع!“ اس ’سروف ہوتی ہیں، اس کے بعد آپ کو پھر پڑھنا کہنے پر وہ گڑبڑا گئی اسے دیکھا وہ بھی اسے دیکھ رہی تھا اور اس کے سرخ چہرے کو دیکھ کر اس نے کہا ”آپ کی؟“ وہ بہت چڑی ہوئی ہے کیونکہ رمزئی بے ساختہ تہقہہ لگا گیا تو وہ کنفیوژ ہو گئی۔

”فریش ہو کر جلدی سے آجائیں، میرا کافی وقت دیتی تھی، یونیورسٹی اشارت ہو گئی تو وہ عابدہ سے کھانا لگوا رہی ہوں۔“ اس کی نظر و اطرا انداز ہو گئی راحیلہ لغاری کی بھی طبیعت ٹھیک سے گھبرا کر اس نے فرار ہونے میں ہی عافیت نہیں تھی، اس نے بیوی اور بہو کا فرض پہلے نبھانا ہے، تعلیم کو وقت بعد میں دینا ہے کہ وہ اپنے شوق ”تم بھی بہت زیادہ اچھی ہو، وہ میٹھے اور مستقبل کے لئے فرائض سے پہلو تہی نہیں کر کہتی ہے، بہت پیاری ہو ایک دم باری ڈول کی گئی، مگر اس سب میں مشامِ نظر انداز ہو گئی ہے طرح نرم و نازک۔“ جاتی ہوئی رمزئی کی کلاں کہ وہ چاہتی ہے کہ رمزئی اس کے ساتھ کرکٹ، تو تمام کر اس کو خود سے نزدیک کر کے شرارت سے بھی بیڈ منشن کھیلے، نہیں تو لان میں واک ہی کر بولا اور وہ بری طرح جھینپ کر ہاتھ چھڑا کر لے اور وہ اپنے ٹائیٹ شیڈول میں سے اس کمرے سے ہی بھاگ گئی اور وہ اس کی اس اداس نگاہ سے نکل آیا دھڑکتی، مگر اس کی خوشی کے لئے کبھی کبھار یہ سب سے گنگنا تے ہوئے۔

دل نے کیسی حرکت کی پہلی بار محبت کی آخری بار محبت کی

☆☆☆

”میں آپ سے بات نہیں کر رہی، مجھے گی۔“ اس نے مسکراتے ہوئے سر ہینڈر کیا کہ وہ آپ ڈسٹرب نہ کریں۔“

”ناراض ہو؟“ وہ ہنزاری سے بولی وہ ہیں۔

اتنے ہی پیار سے پوچھ رہی تھی۔

”ہاں، لیکن آپ کو اس سے کیا، کسی کو میرا ہے مجھے ان کے لئے گفت لینا ہے، ماں جان کی

طبیعت خراب ہے تو وہ ساتھ نہیں جاسکتیں، بھا جان کو میں لے جا نہیں سکتی، اس لئے آپ میرے ساتھ چلیں کہ گفت تو آپ نے بھی لینا ہو گا۔“ وہ کچھ دیر تو کچھ بول ہی نہ سکی کہ اسے تو شافع کی برتھ ڈے کا علم ہی نہ تھا اور میٹھے کے ساتھ جانے کا مطلب ہے پورا دن خراب کرنا کہ وہ بہت مشکل سے کوئی چیز پسند کرتی ہے، مگر منع تو کر نہیں سکتی کہ گفت تو اسے بھی لینا ہی ہوگا۔

”ماں جان سے پوچھ لو، اگر انہوں نے جانے کو کہہ دیا تو چلیں گے۔“ وہ اتنا سن کر جوش میں اٹھی اور جا کر ماں جان سے اجازت لی اور شافع لغاری کو فون کر دیا، پچیس منٹ بعد اس نے ان دونوں کو پک کر لیا۔

”شافع! آپ بھی ساتھ چلیے نہ میں ایسے کبھی شاپنگ پر نہیں گئی ہوں، منع کرتی تو میٹھے نے ناراض ہو جانا تھا اور آپ ساتھ ہوں گے تو وہ کچھ جلدی خرید لے گی۔“ اس نے اپنی ابھمن شافع سے کہی کہ وہ اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہ رہی تھی اور وہ اس کی رونی صورت دیکھ کر زیر لب مسکرا دیا۔

”آپ میری بہن کے ساتھ بائے فورس جا رہی ہیں، میں ناراض ہونے بلکہ آپ کو ڈانٹنے کا پروگرام رکھ لوں۔“ سیاہ چادر کے ہالے میں جھمکتے اس نے گلابی چہرے کو والہانہ نگاہوں سے دیکھ کر ازراہ شرارت کہا۔

”بعد کے لئے اٹھا رکھیں، ابھی میرے پاس بالکل وقت نہیں ہے۔“ اس نے غلٹ میں کہنے پر وہ بے ساختہ تہقہہ نہ روک سکا اور وہ جھینپ کر آگے بڑھ گئی، شافع نے بھی کہہ دیا کہ اسے ایک گھنٹہ بعد ضروری کام سے کہیں جانا ہے، اس لئے اگر وہ فارغ نہ ہوں تو ٹیکسی سے چلی جائیں اور اس کے بعد تو اسے بھی مانتے ہی بنی



بھی نہیں بھول سکتی، خدا گواہ ہے شافع کہ میں نے اس شخص کو کبھی بددعا نہیں دی، اس نے جو مجھے میرے اپنوں کی نظروں سے گرانے کی کوشش کی اس کے بعد بھی میں نے اس کا برا نہیں چاہا، مگر جب اس کی وجہ سے میرے بابا خان کو سر جھکا کر نظریں چرا کر بات کرنا پڑی، میری ماں خان کو ہاتھ جوڑنے پڑے، اس سب کے بعد بھی میں بددعا تو نہیں دے سکی ہاں میرے دل سے آہ ضرور نکلی تھی آج جب سے اس کے بارے میں سنا ہے دل و دماغ میں اطمینان سا اترتا محسوس کر رہی ہوں۔ اس کی آنکھوں سے اشک رواں ہو گئے۔

”ریلیکس رمزی اور اس سب کو بھول جاؤ کہ اللہ معاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور وہ شخص چاہے کتنا برا کیوں نہ ہو ان کی بھی ماں بہنیں ہوں گی جو اس کے لئے آزرہ ہوں گی۔“

”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں اور اس طرح کسی کی بربادی پر بھی تو خوش نہیں ہونا چاہیے لیکن میں بھی کیا کروں اتنے ماہ سے صرف اندرونی کشمکش و ٹینشن کی وجہ سے میں کھل کر ہنس نہیں سکی، خوش تک نہیں ہو سکی، سر سے بلا ٹلتی محسوس ہوئی تو اطمینان سا نصیب ہوا کہ اس کے خوف سے تو میں بہت عرصے سے پرسکون نیند میں سو نہیں سکی، شافع لوگ کیوں دوسروں کو اس طرح تنگ کر کے مزہ حاصل کرتے ہیں؟ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ وہ کچھ بھی جو کر رہے ہیں اس کی پکڑ بھی ہو سکتی ہے، ایک ذات ایسی بھی ہے جو سب جانتی ہے اور اس کی رسی جتنی دراز ہوتی ہے اتنی ہی تیزی سے سمیٹ بھی لی جاتی ہے۔“ وہ یکدم کہتے کہتے اپ سیٹ ہو گئی۔

”ہم بندے نا سمجھ ہو کر خود کو عقل کل سمجھتے ہیں، اپنی معمولی سی طاقت کو بہت زیادہ سمجھ لیتے

ہیں، برائی کے راستے پر اتنی تیزی سے چلتے ہیں کہ اچھائی کا راستہ ہی کھو بیٹھتے ہیں، اس لئے کہ انہیں صراطِ مستقیم پر چلتے رہنے کی دعا کرنا چاہیے۔“ وہ نہایت نرمی و حلاوت سے بولا اور ایک تنگ اسے دیکھنے لگی۔

”ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟“ ناک دبا کر کہتی ہو۔

”مگر جب آتی ہوں تو آپ کچن میں صرف ہوتی ہیں، اس کے بعد آپ کو پھر پڑھنا کہنے پر وہ گڑبڑا گئی اسے دیکھا وہ بھی اسے دیکھ رہی تھا اور اس کے سرخ چہرے کو دیکھ کر اس نے اپنے آنے سے وہ بہت خوش تھی، رمزی بھی اسے بے ساختہ تہقہہ لگا گیا تو وہ کنفیوژ ہو گئی۔“

”فریش ہو کر جلدی سے آ جائیں، میں کتنی وقت دیتی تھی، یونیورسٹی اشارٹ ہو گئی تو وہ عایدہ سے کھانا لگوا رہی ہوں۔“ اس کی نظروں سے گھبرا کر اس نے فرار ہونے میں ہی عافیت نہیں ملی، اس نے بیوی اور بہو کا فرض پہلے نبھانا ہے، تعلیم کو وقت بعد میں دینا ہے کہ وہ اپنے شوق کے مستقبل کے لئے فرائض سے پہلو تہی نہیں کر سکتی، مگر اس سب میں مشامِ نظر انداز ہو گئی ہے طرح نرم و نازک۔“ جاتی ہوئی رمزی کی کلاں پر تمام کراس کو خود سے نزدیک کر کے شرارت سے بولا اور وہ بری طرح جھینپ کر ہاتھ چھڑا کر کمرے سے ہی بھاگ گئی اور وہ اس کی اس اداس ٹھٹھکی سے نکل آیا دھڑکتی ہوئی مگر اس کی خوشی کے لئے بھی کبھار یہ سب سے گنگناتے ہوئے۔

دل نے کیسی حرکت کی پہلی بار محبت کی آخری بار محبت کی

☆☆☆

”میں آپ سے بات نہیں کر رہی، مجھے گی۔“ اس نے مسکراتے ہوئے سر ہنڈر کیا کہ وہ اسے کچھ وقت تو دے ہی سکتی تھی چھٹیاں ہو گئی۔

”ناراض ہو؟“ وہ پیزاری سے بولی وہ ہیں۔

اتنے ہی پیار سے پوچھ رہی تھی۔

”ہاں، لیکن آپ کو اس سے کیا، کسی کو میری

طبیعت خراب ہے تو وہ ساتھ نہیں جا سکتیں، بھا جان کو میں لے جا نہیں سکتی، اس لئے آپ میرے ساتھ چلیں کہ گفت تو آپ نے بھی لینا ہو گا۔“ وہ کچھ دیر تو کچھ بول ہی نہ سکی کہ اسے تو شافع کی برتھ ڈے کا علم ہی نہ تھا اور میٹھے کے ساتھ جانے کا مطلب ہے پورا دن خراب کرنا کہ وہ بہت مشکل سے کوئی چیز پسند کرتی ہے، مگر منع تو کر نہیں سکتی کہ گفت تو اسے بھی لینا ہی ہو گا۔

”ماں جان سے پوچھ لو، اگر انہوں نے جانے کو کہہ دیا تو چلیں گے۔“ وہ اتنا سن کر جوش میں اٹھی اور جا کر ماں جان سے اجازت لی اور شافع لغاری کو نوٹ کر دیا، پچیس منٹ بعد اس نے ان دونوں کو پک کر لیا۔

”شافع! آپ بھی ساتھ چلیے نہ میں ایسے کبھی شاپنگ پر نہیں گئی ہوں، منع کرتی تو میٹھے نے ناراض ہو جانا تھا اور آپ ساتھ ہوں گے تو وہ کچھ جلدی خرید لے گی۔“ اس نے اپنی ابھمن شافع سے کہی کہ وہ اپنا وقت ضائع نہیں کرنا چاہ رہی تھی اور وہ اس کی رونی صورت دیکھ کر زیر لب مسکرا دیا۔

”آپ میری بہن کے ساتھ بائے فورس جا رہی ہیں، میں ناراض ہونے بلکہ آپ کو ڈانٹنے کا برد گرام رکھ لوں۔“ سیاہ چادر کے ہالے میں جھگمگاتے اس نے گلابی چہرے کو دالہا نہ نگاہوں سے دیکھ کر ازراہ شرارت کہا۔

”بعد کے لئے اٹھا رہیں، ابھی میرے پاس بالکل وقت نہیں ہے۔“ اس نے غلت میں کہنے پر وہ بے ساختہ تہقہہ نہ روک سکا اور وہ جھینپ کر آگے بڑھ گئی، شافع نے بھی کہہ دیا کہ اسے ایک گھنٹہ بعد ضروری کام سے کہیں جانا ہے، اس لئے اگر وہ فارغ نہ ہوں تو ٹیکسی سے چلی جائیں اور اس کے بعد تو اسے بھی مانتے ہی بنی



آیا مگر وہ تو سنتے ہی بھڑک اٹھی اور اس کے بہت زری سے سمجھانے پر بھی وہ اپنی ہی ضد پر قائم ہے۔

”میشے فضول بحث کرنے کی بجائے پیپرز سائن کر دو کہ یہ تو طے ہے کہ تم نے آگے بڑھنا ہے، اب چاہے بات آرام سے مان کر کر لو یا سختی کرنے پر۔“

”کیا..... کیا..... آپ مجھ پر سختی کریں گے اور جیسے میں برداشت کر لوں گی، پہلے مجبوری تھی اچھی کے بھاجان مجھے ہی ڈانتے، اس لئے میں نے آپ کا سخت رویہ برداشت کر لیا مگر اب آپ نے ایسا کچھ کرنے کی کوشش بھی کی تو میں..... تو میں.....“ جوش سے شروع تو ہو گئی مگر سمجھ نہ آیا کہ کیا کہے اور وہ بیڈ سے اٹھتا الماری کھولے کھڑی مشام کے عین سامنے آکھڑا ہوا اور اسے شانوں سے تمام لیا۔

”تو میں ان پیپرز پر سائن کر دوں گی۔“ شونی ویر جھٹکی سے کہا گیا۔

”ہرگز نہیں، آپ نے اپنی یہ ضد نہیں چھوڑی تو میں نے بابا خان اور ماں خان سے آپ کی شکایت لگاؤ گی ہے۔“ اس کے ہاتھ جھٹک کر زوردار آواز سے وارڈ روپ بند کی اور اس کے کچھ سمجھنے سے قبل وہ کمرے سے ہی نکل گئی اور کچھ دیر بعد ہی ملازمہ بابا خان کا پیغام لے کر آ گئی اور جس وقت وہ ان کے کمرے میں پہنچا، مشام ماں خان سے لگ کر بیٹھی زور و شور سے روتی اس کی شکایتیں لگا رہی تھی کہ اچھی خان نے ڈانٹا ہے اور اسے آگے بڑھانا چاہتا ہے جبکہ وہ ایسا نہیں چاہتی اسی لئے شادی سے قبل بھی صاف کہہ دیا تھا، اچھی کو اس سے اتنے بچکانہ رویے کی امید نہ تھی جب وہ بابا خان اور ماں خان سے ایک لمبا کیچر لے کر کمرے میں آیا تو غصہ و اشتعال

یار میری میٹھے بہت سو فٹ نیچر اور معصوم ہے، ذرا سی اموشنل بلیک میلنگ سے مان جاتی ہے اور اسے بڑھانا تو خود میں بھی چاہتا ہوں، مجھ سے تو خیر ڈرتی کم ہے مجھے ڈرانی زیادہ ہے، مگر مجھے یقین ہے کہ اسے ایزی لی ہینڈل کر لے گا، ہٹ یار ایک ریکونسٹ ہے تجھ سے کہ تو نے میٹھے کا خیال بہت رکھنا ہے میں نے اس کی آنکھوں میں بھی آنسو نہیں آنے دیئے، اس میں میری اور ماں جان کی جان ہے، اسے خوش رکھنے اور دیکھنے کے لئے میں کسی بھی حد تک جا سکتا ہوں اور تیرے اعتراض کو اگر اہمیت نہیں دے رہا تو صرف اسی لئے کہ میں نے تیری آنکھوں میں میٹھے کے لئے محبت دیکھی ہے اور تو نے میری میٹھے کو بہت زیادہ محبت دینی ہے۔“ شافع لغاری کی آنکھوں میں بہن کی محبت اور جدائی کا خیال نہیں لے آیا۔

”دیکھ بھی تو فضول کے ڈائلاگ مار کر مجھے اموشنل بلیک میل مت کر، میٹھے کو میری بیوی بن جانے دے اس کے بعد سوچیں گے کیا کرنا ہے اور اٹھ جائے دیر ہو رہی ہے۔“ وہ یکدم کھڑی پر نظر ڈالتا جانے کو کھڑا ہو گیا تو وہ بھی اسے گھورتا ہوا کھڑا ہو گیا، دونوں گھرانوں میں شادی کی تیاریاں شروع ہو گئیں اور پھر ایک حسین شامکودہ مشام لغاری، مشام اچھی خان بن کر اچھی خان کی حویلی چلی آئی۔

☆☆☆

”میں ان پیپرز کو ڈسٹ بن میں تو ڈال سکتی ہوں ان پر سائن نہیں کر سکتی کہ میں نے شادی سے قبل ہی صاف کہہ دیا تھا کہ مجھے آگے نہیں بڑھنا۔“ ان کی شادی کے بعد یہ پہلی بحث نما لڑائی ہے جو پچھلے تین گھنٹوں سے چل رہی ہے، گریجویٹن کے فارمز وہ مشام کے لئے بھی لے

پر پوزل دے دیا گیا، اب میں نہ جھوٹ کہہ سکتا ہوں نہ مشام کی شرط مان سکتا ہوں، مگر وہ اب تک بھی تو زبردستی پڑھتی رہی ہیں، آگے بڑھی۔“ شافع نے اسے دیکھا وہ کافی مشکل میں لگا جیسے فیصلہ نہ کر پار پا رہا ہو۔

”اچھی ایک بات صاف بتا کہ تو میٹھے سے شادی صرف ماں خان کی پسند پر کر رہا ہے یا میٹھے خود تجھے بھی پسند ہے۔“ اس نے حیرت سے اسے دیکھا کہ شافع سے ایسی کسی بات کی امید کہاں تھی۔

”میشے مجھے اپنی جان سے زیادہ عزیز ہے اچھی! اور تیرا پوپوزل قبول کرنے کو دل اسی لئے آمادہ ہے کہ میں تجھ پر بھروسہ کر سکتا ہوں، مگر تیری بات پھر میٹھے کی شرط، میں بہت الجھ رہا ہوں، اس لئے تجھ سے یہ سوال کیا ہے، کیونکہ اگر صرف اپنی ماں خان کی وجہ سے کر رہا ہے تو شاید کہ میں اس پر پوزل پر نظر ثانی کروں۔“ اچھی اور ان کے درمیان پہلے کی طرح ہی دوستانہ رد و ابدا تھے، سالے بہنوئی کا رشتہ کبھی درمیان میں نہیں آیا کہ دوستی کے درمیان رشتے لائے جائیں تو دوستی میں پہلی جیسی گہرائی و خلوص نہیں رہتا۔

”میں اگر کہوں کہ صرف ماں خان کے فیصلے پر سر نہیں جھکا رہا، ایسی ہی خواہش میرے دل میں بھی تھی؟“ اس نے بہت سوچ کر اس سے یہ بات کہی تھی اور اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھنے لگا۔ وہ کافی دیر کی خاموشی کے بعد خوشی سے بولا اور وہ اسے گھورتے لگا۔

”اتنی دیر سے نہیں پھوٹ سکتا تھا۔“ وہ ہنسنے لگا تو اچھی خان نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

”سوچ لے مشام ماں جائیں گی؟“

”اسے جیسے میں اب تک ہینڈل کرتا آیا ہوں آگے کی ذمہ داری تیری، ہٹ ڈونٹ وری

کہ رکشہ ٹیکسی میں اس نے سفر کبھی نہیں کیا اور نہ ہی ایسا کوئی ارادہ ہے، اس نے بہت جلدی کر کے بھی دو گھنٹے لگا دیئے رمزئی بری طرح تھک گئی تھی کہ وہ شادی کے بعد ہی دوسری دفعہ شاپنگ مال میں آئی ہے، شادی سے قبل تو بھی گئی ہی نہیں تھی، رمزئی نے شافع کے لئے پرنیوم اور ایک شرٹ لی تھی جبکہ مشام نے کف لنکس اور ٹائی کے ساتھ ٹائی پن بھی لی تھی، شافع کی برتھ ڈے کی شام انہوں نے سر پر انز پارٹی ارنج کر لی تھی، جس میں عزیز اور اچھی بھی انوائٹ تھے، مشام کے لئے اچھی خان کا پوپوزل آیا جسے ایکسیپٹ بھی کر لیا گیا تھا جبکہ مشام نے بہت واویلے بھی مچائے تھے۔

”بھاجان! میں نے جیسے تیسے انٹر کے پیپر دے دیئے ہیں آگے میں بالکل ایڈمیشن نہیں لوں گی اور آپ کے دوست وہ تو پتہ نہیں کیا کیا پڑھ رہے ہیں اور نہ جانے کب تک پڑھنا ہے اور جتنا اسٹریٹنگی انہوں نے مجھے پڑھایا ہے کبھی کسی نے اس طرح تو مجھ سے بات بھی نہیں کی، آپ صاف ان سے کہہ دیں کہ میں آگے بالکل نہیں بڑھنے والی اگر ان کا ایسا کوئی ارادہ ہے تو اپنی ہی طرح کی کوئی پڑھا کو ڈھونڈ لیں، مجھے ان سے نہیں کرنی شادی۔“ اس نے شافع سے صاف کہہ دیا تھا جب ماں خان اور دادی خانم نے اس سے شادی کی بات کی اور مشام کا نام لیا تو وہ خاموش ہو گیا، اس کے ارادے سن کر شافع کو کچھ اندیشے ستانے لگے۔

”اچھی! میٹھے آگے بالکل نہیں پڑھنا چاہتی، اب تم ایسا چاہو گے تو مشکل ہوگی۔“

”دیکھو شافع! میرے دل میں جو بات تھی تم سے کہہ دی مشام کو ماں خان نے پسند کیا ہے اور مجھے کوئی اعتراض نہ تھا اس لئے حای بھری اور



سے برا حال تھا اسے گھورتے ہوئے وہ واش روم میں گیا تاکہ شاور لے کر غصہ کم کر سکے اور اس میں کسی حد تک کامیاب بھی رہا تھا لیکن اس کو دیکھتے ہی مشام ایڈیشن فارم لے کر اس کے سامنے آگئی۔

”آپ خود اس فارم کو ڈسٹ بن میں ڈال دیں۔“

”شٹ اپ مشام! اور یہ کیا حرکت کی تھی تم نے ضرورت کیا تھی وہ سب جا کر بابا خان سے کہنے کی۔“ وہ آواز پیچی نہیں رکھ سکا تھا اور اس کی دھاڑ پر وہ لرز کر دو قدم پیچھے ہوتی تھی۔

”ڈانٹا کب تھا جو جھوٹ کہا تم نے؟ اپنی ان بچکانہ حرکتوں سے آخر ثابت کیا کرنا چاہتی ہو؟ مگر کان کھول کر سن لو میرے فیصلے اٹل ہوتے ہیں، ایڈیشن تو تمہیں ہر حال میں لینا ہوگا، بابا خان سے کہہ چکی ہو شافع کو بھی بتادو، مگر کتنی ہی فرار کی راہیں ڈھونڈ لو، میرا یہ فیصلہ نہیں بدلے گا کہ تم آگے پڑھو گی۔“ اس کا خوفزدہ انداز دیکھ بھی نرم نہیں پڑا کہ اس کی حرکت اجمعی کو سخت بری لگی ہے اور یہ اس کی نری ہی تھی کہ وہ یوں دوڑ کر معمولی سی بات سب کو بتا آئی، بابا خان اور ماں خان کے سامنے اسے کتنی شرمندگی اٹھانا پڑی کہ بابا خان نے تو خود اس کی آگے پڑھنے کی مخالفت کی تھی مگر اس کی ضد کے آگے چپ کر گئے تھے، ایک تیز نظر اس کے لرزتے سراپے پہ ڈال کر وہ کمرے سے ہی نکل گیا، اس کے جاتے ہی وہ بیڈ پر گر کر پھوٹ پھوٹ کر روئی اور روتے روتے تھک گئی تو شافع لغاری کو فون کر ڈالا۔

”بھا جان! آپ پلیز مجھے آ کر لے جائیں، مجھے یہاں نہیں رہنا ہے۔“ شافع لغاری کی آواز سن کر وہ روتے ہوئے بولی۔

”میٹھے! بات کیا ہوئی ہے؟ تم رو کیوں رہی

ہو؟“ وہ پریشان ہو گیا تھا۔

”اججی نے مجھے ڈانٹا، اتنے سخت لہجے میں بات کی، میں اب یہاں نہیں رہوں گی، آپ مجھے لینے آ جائیں۔“ وہ اس کی ہچکیاں سن کر تو بے حد متھکر ہو گیا۔

”میٹھے! کچھ بتاؤ بھی تو سہی کہ ہوا کیا آخر اججی نے ڈانٹا تو کیوں؟“ اور اس نے روتے ہوئے ساری تفصیل بتادی، اسے غلط دہی لگی مگر یہ کہہ نہیں سکتا تھا کہ فون پر بات کر رہا ہے سامنے ہوتا تو اسے سمجھانا آسان ہوتا۔

”آپ نے کہا تھا کہ اججی مجھے پڑھنے کو نہیں کہیں گے، آپ بس مجھے آ کر لے جائیں۔“ ہر دوسری بات کے بعد وہ انہی چند لفظوں کی گردان کرتی لگتی۔

”میٹھے بیٹا! آپ کیوں اس طرح کی باتیں کر رہی ہو اور اب رونا نہیں، میں اججی سے بات کرتا ہوں۔“

”آپ کو جو بات کرنی ہو آ کر کریں، مجھے لینے نہیں آئیں گے تو میں خود آ جاؤں گی۔“ وہ ضدی لہجے میں بول کر لائن ہی کاٹ گئی تو وہ پریشان سا دوبارہ اس سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا مگر نکل جاتی رہی اس نے کال رسیو نہیں کی تو اسے غصہ آنے لگا اور اب کے اس نے اججی کو کال ملائی اور اسے ساری بات بتائی تو اسے کچھ غصہ میں کئی گنا اضافہ ہو گیا۔

”اججی میں مانتا ہوں کہ اتنی سی بات میٹھے کو بابا خان سے نہیں کہنی چاہیے تھی، اس کی طرف سے میں ایکسکوز۔“

”پاگل ہو گئے ہو شافع۔“ جلدی سے بات کاٹ کر ڈپٹا۔

”ایک ماہ سے اسے دیکھا تک نہیں ہے، اس کی روئی ہوئی آواز اور ہچکیاں سنیں تو خود پر

کنٹرول نہیں کر پا رہا، تم اس کے ساتھ سختی مت کرو آئی سے ریکوئسٹ یو۔“

”تو اگر مجھ پر بھروسہ کر سکتا ہے تو کر لے کہ میں نے اسے ڈانٹا نہیں تھا، بابا خان سے جب اس نے یہ سب کہا اور ان کی ڈانٹ مجھے سننا پڑی تو مجھے غصہ آ گیا اور میں نے صرف سخت لہجے میں اس کو یہ سب کرنے پر سرزنش کی تھی، لیکن مجھے اندازہ نہیں تھا کہ وہ پہلے بابا خان اور پھر تم سے بھی کہہ دے گی، لیکن تم پریشان نہ ہو میں اس سے بات کرتا ہوں اور اس کا موڈ جیسے ہی ٹھیک ہو گا تم سے بات کروا دوں گا۔“ اججی خان نے بات ہی ختم کر دی، آدھے گھنٹے بعد کمرے میں آیا تو وہ تھی نہیں، وہ غلٹ میں آگے بڑھا، واش روم و ڈریسنگ روم حتیٰ کہ اسٹڈی بھی چیک کر لی جبکہ وہ وہاں اس نے اب تک قدم بھی نہیں رکھا تھا، اسے کہیں نہ پا کر وہ باہر آیا ملازمہ سے پوچھا۔

”بی بی خان تو باہر گئی ہیں۔“

”واٹ تم نے روکا کیوں نہیں۔“

”میں کیسے روکتی اور آپ بھی تو باہر ہی تھے میں سمجھی آپ دونوں شہر۔“ وہ باہر کی طرف دوڑا تو لان میں ہی چوکیدار مل گیا۔

”بڑے خان، وہ بی بی خان کو ام بہت روکا، مگر وہ نہیں رکی، چلی گئی۔“ تو اسے لگا کہ بیروں تلے سے زمین سرک گئی ہو، ملازمہ کو آواز دے کر گاڑی کی چابی منگوائی اور وہ کچھ ہی دیر میں وہ گاڑی لے کر نکلا، اسے غصہ کے ساتھ فکر بھی ہونے لگی ہے، وہ حویلی سے پندرہ منٹ کے راستے پر اسے سیدھی سڑک پر جانی ہوئی نظر آئی تو وہ گاڑی روک کر اتر اتر اسے دیکھ کر تو اس نے تیزی سے آگے بڑھنا چاہا تھا کہ وہ اس کا ہاتھ تھام گیا۔

”چھوڑیں میرا ہاتھ، میں آپ کے ساتھ

نہیں جا.....“

”شٹ اپ۔“ دھاڑا اور تقریباً تھیسٹ کر اسے گاڑی میں ڈالا تو وہ چیخنے لگی۔

”میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گی، مجھے کراچی جانا ہے بھا جان کے پاس، آپ بہت برے ہیں، بہت ڈانٹتے ہیں، میں آپ کے ساتھ نہیں رہوں گی۔“

”بکو اس بند کرو مشام! لے کر ان کی بات کا ہتھکڑ بنا کر رکھ دیا ہے، ایسے کون سے ظلموں کے پہاڑ تم پر توڑ ڈالے ہیں جو یوں ری ایکٹ کر رہی ہو؟“ اس کا ازلی غصہ خود کرائے لگا۔

”اور کس سے پوچھ کر تم نے گھر سے قدم باہر نکالا؟ حلیہ دیکھا ہے تم نے اپنا، ہاری حویلی کی عورتیں بغیر حجاب کے نہیں نکلتیں اور تم گلے میں دوپٹہ ڈال کر نکل پڑیں۔“ وہ اس کی ساری مذاحتیں رد کرتا ریش ڈرائیوگ کر کے حویلی پہنچا تھا اور تقریباً گھسیٹا ہوا اسے کمرے تک لایا، رات کے نو بج رہے تھے، اس لئے سب ہی کمروں میں سونے جا چکے تھے باہر نہیں تھا، کمرے میں آ کر بھی اس نے وہی گردان شروع کی تو اس کی ہمت جواب دے گئی اور خونخوار نگاہوں سے دیکھتا ہوا نہایت درشت لہجے میں کہنے لگا۔

”وہ بھی رات کے نو بجے کوئی اونچ نیچ ہو جاتی ہو؟“

”زیادہ سے زیادہ مر جاتی تو اچھا ہی ہے آپ سے تو جان چھوٹ جاتی، مجھے آپ جیسے دھوکے باز شخص کے ساتھ رہنا ہی نہیں ہے، مجھے یہاں سے جانے.....“ وہ جو سکتے ہوئے بولنے لگی بھی یکدم چپ رہ گئی۔

”تڑاخ، ایک لفظ مزید کہا تو زبان کھینچ لوں گا۔“ حد شکر کہ وہ بیڈ پر گری، اس کے تو چودہ طبق روشن ہو گئے، وہ تو سر تک نہیں اٹھا پائی اور وہ



اسے بیڈ پر اوندھا پڑے چھوڑ کر کمرے سے ہی نکل گیا مگر اس بار اس نے روم لاکڈ کر دیا تھا۔

☆☆☆

”بھاجان! میں یہاں نہیں رہوں گی، اجنبی نے مجھے ڈانٹا مجھے آپ کی میٹھ کو مارا، میں اب یہاں نہیں رہوں گی۔“ اس راہت وہ بے ہوش ہو گئی تھی، کمرے میں آنے کا اجنبی کا ارادہ نہ تھا لیکن کہیں اور جا نہیں سکتا تھا اور کسی اور کمرے میں بھی رات نہیں گزار سکتا تھا اس لئے تین گھنٹے بعد آیا تو اسے اسی حالت میں جس میں چھوڑ گیا تھا دیکھ کر تیزی سے اس کی طرف بڑھا، اسے بے ہوش پا کر نبض چیک کی اور ڈاکٹر کو کال کر لیا، بہت مشکل سے اسے ہوش آیا کہ مگر ہوش میں آنے کے بعد اس کی وہی مکرار شروع ہو گئی، اس کی دیگر گوں حالت کے پیش نظر اس نے شائع لغاری کو بلا لیا اسے دیکھتے ہی وہ اس کے سینے میں سا گئی اور رو رو کر وہی گردان شروع کر دی۔

”چپ کر جاؤ میٹھ!“ اگلے ہی دن وہ چلا آیا۔

”پہنچی نہیں ہو جو یوں رو رو کر سب کو پریشان کیا ہوا ہے، اجنبی نے ڈانٹ دیا تو کون سی قیامت آگئی ہے وہ تمہارا شوہر ہے، غلطی کرو گی تو ڈانٹنے کا ہی اور گھر سے نکلنے کی کیا ضرورت تھی؟ غلطی کر کے بھی چاہتی ہو کوئی تم سے کچھ نہ کہے، مجھے یہ بتاؤ گھر سے نکل کیسے؟“ وہ اسے جانتا ہے کہ نری دکھائی تو اس نے اور بچکانہ ری ایکٹ کرنا ہے اس لئے کسی قسم کی رعایت دیئے بغیر اس سے استفسار کرنے لگا اور وہ تو اس کے لب و لہجے پر ہی بے یقین تھی کہتی تو کیا کہ کہنے کو تو دیئے بھی کچھ نہیں تھا۔

”تم نے یہ حرکت وہاں گھر پر کی ہوتی تو تھپڑ تو میں بھی مارنا کہ اتنی سی بات کے لئے کوئی

گھر سے نکلتا ہے دو دن سے تم نے سب کو پریشان کر کے رکھا ہوا ہے، پہنچی نہیں ہو اب شادی ہو گئی ہے تمہاری دوسروں کے بارے میں سوچنا سیکھو، اجنبی کو کتنا پریشان کیا ہے تم نے اندازہ ہے اس کا؟ اور گھر والوں اور ملازموں کے سامنے جو انسلٹ فیل کر رہا ہو گا وہ الگ۔“ اس کے متورم چہرے کو دیکھ کر وہ یکدم چپ کر گیا، پوٹے سو جے ہوئے ہیں، اس کے دل کو کچھ ہونے لگا، یکدم ہاتھ بڑھا کر اسے اپنے قریب کر لیا اور وہ اس کے کاندھے سے لگی بلکنے لگی۔

”مجھے نہیں پتہ تھا کہ میری شادی کر کے آپ مجھے بھول جائیں گے، میری پرداہ ہی نہیں رہے گی آپ کو، میں آپ کو کتنا مس کر رہی تھی اور آپ اتنے دن لگا کر آئے تو مجھے ہی ڈانٹ رہے ہیں۔“ وہ بچوں کی طرح روتے ہوئے بولی تھی۔

”بس چپ کر جاؤ اور فریش ہو کر آؤ۔“ آنسو پونچھے اور اسے اٹھنے پر آمادہ نہ دیکھ کر زبردستی بھیجا۔

”تم فریش ہو کر آ جاؤ پھر بات کریں گے۔“ اس کے جاتے ہی اس نے اجنبی خان کو بلا لیا۔

”میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ تم کوئی زبردستی نہ کرنا بات نری سے کر دے تو مان جائے گی، لیکن جو ہوا وہ ہو گیا کہ اس حد تک جانے کے لئے میٹھ نے ہی مجبور کر دیا ہو گا۔“ اس کا اشارہ گھر سے نکل جانے پر تھا۔

”شائع! میں فون پر تجھے سب بتا چکا ہوں، اس لئے اب ذکر نہ کر، لیکن میں تجھ سے شرمندہ ہوں کہ اگر اس نے بے وقوفی کی تھی تو میں نے کون سی غلطی دکھائی۔“ اس کا اشارہ پھڑپھڑانے کی طرف ہے۔

”یار ایسا کر کچھ دنوں کے لئے مشام کو

ساتھ لے جائیکسٹ ویک کراچی آؤں گا تو ملنے آ جاؤں گا۔“

”نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے، میں آج اسے ساتھ لے گیا تو اس نے پھر ہمیشہ یہی کرنا ہے، اسے ڈانٹ چکا ہوں اب تیری پارٹی ہے کہ جب تک اس کے سامنے تیرے کان نہیں کھینچوں گا اسے نہ یقین آئے گا نہ وہ سب بھولے گی، لیکن یہ یاد رکھنا کہ تم دونوں میاں بیوی کے معاملے میں فرسٹ اینڈ لاسٹ ٹائم مداخلت کر رہا ہوں کہ وہ ان میچورڈ ہے لیکن تم تو میچور ہو، وہ تمہیں نہیں سمجھتی ہے، مگر تم تو اسے سمجھو، کہ وہ کس بات پر کیساری ایکٹ کرے گی اس لئے اس سے یہ بات کرنی کیسے ہے، اب بچے تو ہو نہیں کہ کل کر سب کچھ سمجھاؤں، میری بات سمجھ گئے ہو گے اور یہ یقین ہے کہ اب میری انوالومنٹ نہیں ہو گی کہ تم خود میٹھ کو اس کے مزاج کے مطابق ہینڈل کر لو گے۔“ بات ختم کر کے اجنبی چائے پینے لگا۔

”اجنبی نے میرے ساتھ بہت سختی سے بات کی تھی۔“ اس نے آنے پر شائع نے نئے سرے سے بات شروع کی، مشام نے ساری بات تفصیل سے بتا کر کہا تھا۔

”سختی سے بات نہ کرنا تو کیا میڈل پہنانا، شائع صرف اسکی وجہ سے بابا خان اور ماں خان کے سامنے کتنی انسلٹ ہوئی ہے میری اور یہ گھر سے ہی نکل گئی راستے تک پتہ نہیں ہیں، میں اگر وقت پر نہ پہنچتا تو سوچا ہے کتنا کچھ غلط ہو سکتا تھا۔“

”غلط ہو سکتا تھا، ہوا نہیں تھا اور آپ نے کتنی زور سے تھپڑ مارا کتنی تکلیف ہو رہی تھی مجھے۔“ آنسو ٹپ ٹپ کرنے لگے۔

”اجنبی کی طرف سے میں سوری کر لیتا ہوں

اور اس بات کو بس اب یہی ختم کر دو۔“

”نہیں آپ کیوں سوری کریں گے، کیا یہ خود ایکسکوز نہیں کر سکتے اور آپ مجھے کتنا ڈانٹ رہے تھے ان سے کچھ نہیں کہہ رہے، یہ سڑے ہوئے غصیلے اجنبی آپ کو مجھ سے زیادہ عزیز ہو گئے ہیں۔“ منہ بنا کر ایک ساتھ کتنے ہی شکوے ہوئے، ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا شائع کو ہستے دیکھ کر وہ خفت کا شکار ہو گیا۔

”مسٹر اجنبی خان، تم نے آخر کیا سوچ کر میری بہن سے سخت لہجے میں بات کی اور میٹھ پر ہاتھ اٹھانے کی ہمت بھی کیسے ہوئی؟ اب میں اپنی بہن کو یہاں سے ہمیشہ کے لئے لے جا رہا ہوں، اب میٹھ یہاں کبھی نہیں آئے گی۔“ وہ مسکراہٹ سمیٹا دنگ لہجے میں بولتا، میٹھ کو بری طرح گڑ بڑا گیا۔

”اٹھو میٹھ اپنا سامان پیک کر دو۔“ وہ اجنبی خان کو دیکھنے لگی۔

”تمہارے اس فیصلے میں کوئی رد و بدل ہو سکتی ہے یا نہیں؟“

”ہرگز نہیں، میٹھ اب کبھی یہاں نہیں آئے گی اور تم کیا بیٹھی ہو اٹھو۔“ وہ اٹل لہجے میں بولتا میٹھ کو ڈپٹ کر کھڑا ہو گیا، اس کا سیل بجنے لگا تو اس نے سیل فون جیب سے نکال کر نمبر دیکھا۔

”رمزی کی کال آرہی ہے باہر جا کر بات کرنا ہوں، تم جب تک اپنا بیگ لے کر آ جاؤ، مجھے یہاں سے بیس منٹ میں نکلنا ہے، ایک گھنٹے بعد فلا میٹ ہے۔“ وہ غلٹ میں کہتا نکلنے لگا تھا کہ وہ اٹھی اور اس کا بازو تھام گئی۔

”مجھے آپ کے ساتھ نہیں جانا ہے۔“

”کیوں؟ آخر کیوں، اجنبی نے تمہارے ساتھ اتنا برا رویہ رکھا تم پر ہاتھ اٹھایا، میں یہ برداشت نہیں کر سکتا، میں تمہیں اپنے ساتھ لے



کر جاؤں گا، کیا سوچ کر اس نے تمہارے ساتھ مس لی ہو کیا، لاوارث نہیں ہو۔“ وہ اس کی سنے بغیر سیل فون کان سے لگائے باہر نکل گیا۔

”اش..... اچھی میں نے بھا جان کے ساتھ نہیں جانا ہے۔“ اچھی خان نے کن اکھیوں سے اسے دیکھا جو خوف سے زرد پڑنے لگی ہے۔ ”جب تمہیں میرے ساتھ رہنا ہی نہیں ہے تو شافع کے ساتھ تو جانا ہی پڑے گا۔“ اس نے بہت تڑپ کر اسے دیکھا۔

”میں نہیں جاؤں گی، مجھے نہیں جانا ہے۔“ اس کا بازو تھام کر قدرے بے بسی سے بولی۔ ”جب جانا نہیں تھا تو اشو کیوں بنایا؟ شافع کو بلانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟“ شافی سے اس کے متورم چہرے کو دیکھا۔

”اشو نہیں بنایا ہے میں نے، آپ نے کیوں مجھ سے ایسے بات کی تھی؟ آج تک ماں جان اور بھا جان نے مجھ پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا لیکن آپ نے کتنی زور سے مجھے تھپڑ مارا تھا، مجھے کتنی پین ہو رہی تھی مگر آپ کو کیا پرواہ تھی، تین دن میں پوچھا تک نہیں اور اب بھی بھا جان سے ایک دفعہ بھی نہیں کہا کہ میں کہیں نہیں جاؤں گی، ایسکو زہنیں کر سکتے تھے کم از کم روک تو سکتے ہیں، لیکن آپ مجھے روکنا ہی کب چاہتے ہیں، دو ماہ میں ہی مجھ سے عاجز ہو گئے ہیں تو ٹھیک ہے، میں چلی جاتی ہوں اور اب بھی آؤں گی بھی نہیں۔“ روتے ہوئے شکوے کیے اور ایک ناراض نظر اس کے چہرے پر ڈالتی آگے بڑھی اس سے پہلے روم سے نکلتی کہ وہ اس کا بازو تھام گیا۔

”پہلے نہیں روکا اب روک رہا ہوں، مجھے چھوڑ کر کہیں نہ جاؤ۔“ اس نے جھٹکے سے بازو آزاد کروایا تو وہ بغور اس کے ناراض بھیکے ہوئے

چہرے کو دیکھ کر بولا۔

”اب بالکل نہیں ڈانٹوں گا اور تم پر انتہائی غصہ میں بھی ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔“ ہاتھ بڑھا کر اس کے آنسو پونچھنے لگا۔

”اور اس سب فساد کی جڑ کا بھی کبھی ذکر تک نہیں کریں گے۔“ سوسوں کرنے لگی وہ اس کا اشارہ سمجھ گیا تھا مگر ظاہر نہیں کیا۔

”تم کون سی جڑ کی بات.....“

”پنیے مت، میں گریجویشن کی بات کر رہی ہوں، میں آگے ایڈمیشن نہیں لے رہی، مگر یہ قصہ پھر سے چھیڑنا ہو تو میں بھا جان کے ساتھ چلی جاؤں گی۔“ اس کو دیکھا۔

”دھمکی دے رہی ہو؟“ نری سے استفسار ہوا۔

”یہی سمجھ لیں، ایک ہی شرط ہے میری۔“ اس نے نخرہ دکھایا۔

”او کے بٹ یہ یاد رکھنا کہ شرط سمجھ کر نہیں قبول کر رہا صرف تمہاری خوشی کا خیال ہے، تین دنوں میں جتنے آنسو بہا چکی ہو اپنی انرجی ضائع کر چکی ہو بس بہت ہے، کہ میں تمہیں روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔“ اس کے رخسار نری سے تھپتھپایا؟

”آپ صرف میری خوشی کے لئے ایسا کر رہے ہیں؟“ بے یقینی سے اسے دیکھا کہ تعلیم کے لئے اس کا شوق شافع سے سن چکی تھی دو ماہ سے دیکھا بھی تھا کہ وہ لازمی دو گھنٹے تو اسٹڈی میں گزارتا ہی ہے، زیادہ کی تو حد ہی نہیں ہے۔

”ہاں میں تمہیں ہمیشہ بہت خوش دیکھنا چاہتا ہوں اور تمہاری خوشی تعلیم جاری نہ رکھنے میں ہے تو ٹھیک ہے میں تمہاری خوشی و مرضی کا خیال رکھوں گا کہ علم حاصل کرنا فرض ہے اور فرائض کی ادائیگی خوشی و مرضی سے ہو تو اچھا لگتا

ہے، زبردستی کا عنصر داخل ہو جائے تو سوائے خسارے کے کچھ حاصل نہیں ہوتا کہ جب تمہیں شوق ہی نہیں ہے تو تم ہر وقت رسیاں تڑوانے کی کوشش ہی کرتی رہو گی کہ جہاں موقع ملا وہیں مرضی کر لی۔“ اس کے لہجے میں کچھ ایسا ضرور تھا کہ وہ شرمندگی سے نگاہ چرا گئی۔

”اب ایسا بھی نہیں ہے اچھی، ہوتا تو میں انٹر تک کبھی نہ پڑھ پاتی۔“ اپنا دفاع کرنا چاہا۔

”شافع تمہیں مجبور نہ کرنا اور تمہاری مان لینا تو تم نے کبھی انٹر نہیں کرنا تھا۔“ حقیقت بیان کی تھی۔

”میں مانتی ہوں بھا جان کی ضد اور زبردستی نہ ہوتی تو میں کبھی اتنا نہ پڑھ پاتی، مگر میں جو پڑھنے سے چڑھتی ہوں، بھا جان اور ماں جان نے کبھی مجھے کسی بھی چیز کے لئے نہ نہیں کہا، مگر بات جب بھی ایجوکیشن کی آئی بھا جان نے کسی قسم کی نری نہیں کی، فرسٹ ٹائم ڈانٹ پڑی تو میٹرک میں بی گریڈ لانے پر، دوسری ڈانٹ جو پہلے سے زیادہ بری تھی، فرسٹ ایئر میں بری طرح ٹیل ہونے پر پڑی اور جب آپ مجھے فرسٹ ڈے پڑھانے آئے تھے، اس رات بھا جان میرے انکار پر ہاتھ تک اٹھا چکے تھے، اسی لئے مجھے آپ سے چڑھتی تھی اور پر سے آپ ہر وقت ڈانٹنے کو تیار۔“ اس نے دھیرے دھیرے خیالات شیر کرتے ہوئے ساتھ ہی عزائم بھی بتا ڈالے۔

”آپ خود بتائیے کہ اتنا سخت رویہ آپ کے ساتھ ہوتا تو آپ کا انٹر سٹ ڈویلیڈ ہوتا یا آپ کو بھی چڑ اور بے زاری ہونے لگتی؟“ اس نے اچھی کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تو وہ اثبات میں گردن ہلا گیا کہ ایسا ہی ہوتا۔

”مجھے چڑ اور بے زاری تو ہو گئی تھی لیکن برا

رزلٹ تو خود مجھے بھی برا ہی لگتا تھا کہ بیڈ ریمارکس تو کسی کو بھی اچھے نہیں لگتے صرف اس لئے میں پیپرز کے دنوں میں مخلص ہو کر پڑھتی تھی کہ بھا جان کی امیدیں نہیں توڑ سکتی تھی اور اب آپ ایسا چاہتے ہیں لیکن میری خوشی کا بھی خیال ہے تو میں، میں بھی تو آپ کو خوش دیکھنا چاہتی ہوں، اس لئے میں اپنی ایجوکیشن مکمل رکھوں گی، لیکن صرف گریجویشن تک، بی کام کے بعد میں بالکل نہیں پڑھنے والی۔“ اس نے تفصیل سے بات کی اور ناک چڑھا کر جسے اینڈ کیا اور خود کو دیکھتے اچھی کو دیکھنے لگی کہ وہ ایگری ہے یا نہیں اچھی کی مسکراہٹ اس کی باتوں پر گہری ہوتی گئی تھی اور بات کے اختتام پر وہ تہقہہ میں بدل گئی، وہ نا اچھی سے اسے دیکھنے لگی۔

”بالکل پاگل ہو تم۔“ ہنسی کے درمیان کہتا اسے جلا ہی تو گیا۔

”لیکن آپ سے کم کہہنے والی بات نہ ہو تو کبھی نہیں ہنستی۔“

”ہنستی نہیں ہو، ہنس سکتی ہو کہ اس میں برائی نہیں ہے۔“ شرارت سے اس کے خفا خفا چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا اور وہ اسے غصہ سے دیکھتی بیڈ سے اتر گئی۔

”تھینک یو میس! اور جیسے تم نے میری خوشی و خواہش کا خیال رکھا ہے، بندہ تمہاری ہر بات مانے گا، بی کام کے بعد تم تعلیم کو خیر باد کہہ کر ساری توجہ مجھ پر دینا۔“ وہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے بولا تھا۔

”خود آپ کا کب تک پڑھتے رہنے کا ارادہ ہے؟“

”بس یہ لاسٹ ایئر ہے اس کے بعد مکمل توجہ جاب اور زمینوں کی طرف دوں گا۔“ اس کے منہ بنا کر پوچھنے پر نری سے بولا تھا۔



”اور میں میرا کوئی خیال نہیں ہے راتوں کو اٹھ کر اپنی اسٹڈی میں جا بیٹھتے ہیں۔“ اچھی خان کا تہقہ بڑا بے ساختہ تھا۔

”میں تو سمجھتا تھا کہ تمہیں خبر بھی نہیں ہو گی۔“

”مہری نیند سوتی ہوں بے خبر نہیں اور آپ اپنی اس حرکت سے باز نہیں آئے تو میں نے.....“

”بھا جان سے شکایت کروینی ہے۔“ اس کے سے انداز میں کہا تو وہ جھل ہو گئی۔

”آج کل ٹھیس پر کام کر رہا ہوں، دن بھر آفس میں بڑی ہوتا ہوں، پھر گھر اور تمہیں بھی ٹائم دینا ہوتا ہے، ویسے میرے پڑھنے کا ٹائم ہی رات دو کے بعد شروع ہوتا ہے اور یہ تو مانو گی کہ میں نے اپنی ترجیحات کو تم پر فوقیت نہیں دی، لیکن تمہیں رات گئے میرا اسٹڈی میں جانا نہیں پسند تو چھ ماہ تقریباً یہ سب برداشت کرنا پڑیگا، مگر وعدہ ایم فل کسپیٹ ہوتے ہی بندہ خاکسار کی جانب سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔“ عاجزی سے کہہ کر ذریعہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھا جو بے ساختہ ہی کل کل کرتی ہنس دی ہے۔

”اب جلدی سے جا کر چنچ کر کے آ جاؤ، شافع بے چارہ انتظار کر رہا ہوگا۔“

”بھا جان، سے کیسے کہیں گے؟ وہ تو بالکل نہیں مانیں گے وہ بہت غصہ میں ہیں۔“ یکدم اس کی ہنسی رک سی گئی۔

”تم فریش تو ہو کر آؤ بات کر لیں گے کہ اس طرح روئی ہوئی شکل لے کر جاؤ گی تو شافع کیا مانے گا، بابا خان اور ماں خان نے میری کھنچائی کر دینی ہے، سچ میٹھے مجھے بابا خان کا بھی سخت لہجہ تک نہیں سنتا پڑا اور تمہاری وجہ سے وہ سختی سختی سے میرے ساتھ پیش آتے رہے ہیں، ماں

خان جو کسی کو نہیں ڈانتیں، ان تک سے مجھے ڈانٹ بڑا دلی ہے تم نے؟“ خشکیوں نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ ہنسنے لگی۔

”ہاں تو آپ مجھے ڈانتیں اور آپ کو کوئی نہ ڈانٹے۔“ کمر پر ہاتھ رکھے وہ بڑی جوش سے اس کی طرف مڑی تھی۔

”خدا کو مانو میٹھے، کب ڈانٹا ہے میں نے تمہیں، کتنا جھوٹ بولو گی؟“ اس کا لڑا کا بیویوں والا انداز اس کے شکرانی لبوں پر مسکراہٹ بکھیر گیا۔

”تیز لہجے میں جو بات کی تھی، وہ بھول گئے اور آئندہ ایسا کیا نہ تو میں بابا خان، ماں خان اور بھا جان سے آپ کی نور آشکایت لگاؤں گی، ٹریلر دیکھ ہی چکے ہیں۔“

”تمہارا بھائی زیادہ اکڑے گا نہ تو میں تمہیں اسی کے ساتھ چلتا کر دوں گا۔“ پاؤں میں سلپرز پہننے لگا تھا۔

”واہ ایسے کیسے چلتا کریں گے، یہ بات بابا خان کے سامنے کہہ کر دیکھیے گا، سب کے سامنے ڈانٹ پڑے گی تو مزہ آئے گا۔“ اس نے شرارت سے آنکھیں گھمائیں۔

”پوری آفت کی پرکالہ ہو، میرے دوست اور میرے پیرنس کو قابو میں کر لیا ہے۔“

”آپ قابو میں جو نہیں آتے، میری بات ویسے ہی مان لیں تو میں کیوں بابا خان کو اپنا سپورٹر بناؤں۔“ مزے سے کہتی وارڈ روب میں سے کپڑے نکالنے لگی کہ کل سے وہ یہ سوٹ پہنے ہوئے ہے جواب کافی ملگجاسا ہو گیا ہے۔

”میاں کو قابو میں کرنے کے بھی کچھ آداب ہوتے ہیں مسز، بھی ان کو کیوں نہیں آزما کر دیکھتیں۔“ وہ شوخ ہوا تھا۔

”معاف ہی رکھیے، ماں خان نے بچپن

سے کھانے پینے سونے جاگنے کے جو آداب سکھائے ہیں وہی بہت ہیں، میں اب کوئی نئے آداب نہیں سیکھنے والی۔“ وارڈ روب بند کرتے ہوئے مڑی تھی کہ اچھی خان سے ٹکرائی۔

”تم سیکھنے کے عمل سے اتنا بھاگتی کیوں ہو؟“

”بس میرا دل نہیں کرتا سیکھنے کو۔“

”پھر کیا کرنے کو دل کرتا ہے؟“ وہ اس کے سامنے سے ہٹنے لگی تھی کہ اچھی خان نے اسے شانوں سے تمام لیا۔

”کبھی فرصت میں بتاؤں گی، لیکن ایک بات بتاؤں آپ کو؟“ وہ لمحہ بھر کو اس کی آنکھوں سے کنفیوژ ہوتی دور ہوئی تھی کہ یکدم خیال آنے پر بولی۔

”جب میں نے آپ کو فرسٹ ٹائم ریسٹورنٹ میں دیکھا تھا، میرا دل کتنی زور سے دھڑکا تھا اچھی میں بتا نہیں سکتی، آپ پر سے میری نگاہ ہی نہیں ہٹ رہی تھی، مگر جب آپ مجھے پڑھانے آئے، سخت برے لگنے لگے، ہر وقت ڈانٹتے جو رہتے تھے۔“ اس کی آنکھیں جھلکانے لگیں تھیں، لہجہ کھنک دار ہو گیا تھا، اس نے آخر میں منہ بنا کر ناک چڑھا کر مسکراتے اچھی کو دیکھا۔

”اچھا اب کبھی تمہیں نہ ڈانٹوں تو کیا پھر تمہیں اچھا لگوں گا۔“ اس کے لہجے میں جذبول کی آج تھی، کچھ کہنے کی چاہ میں وہ لب کھلنے لگی اور سرعت سے دانش روم کی طرف بھاگی، اس کو روکنے کے لئے آچل تھا تھا جو پورا اس کے ہاتھ میں آ گیا۔

”اچھے لگیں گے، بہت بہت زیادہ اچھے۔“

اس کے حیا سے کہنے پر وہ کھل کر مسکرایا۔

”اور تم مجھے ہر حال میں اچھی لگتی ہو، ہنسی

ہوئی بھی اور سوسوں کرتی ہوئی تھی، مگر میں تم کو ہمیشہ خوش دیکھنا چاہوں گا کہ میری جان تم کو اداس نہیں دیکھا جاتا۔“ وہ اس کو منظور نگاہوں سے دیکھتا ہوا بولا اور وہ بے ساختہ ہنس دی اور اس کی ہنسی کی جلتنگ سے کمرہ گونج اٹھا اور وہ طمانیت و آسودگی کے حصار میں بندھتا مسکرا کر اسے جلدی آنے کا کہتا باہر نکل آیا کہ اس نے شافع کو بھی تو بتانا تھا کہ ناراضگی کے بادل چھٹ گئے ہیں، اس نے اپنی معصوم بے وقوف سے بیوی کو منالیا ہے۔

دلوں میں محبت ہو تو دیر سویر ایک دوسرے کے لئے گنجائش نکل ہی آتی ہے اور یہاں تو یہ مسئلہ بھی نہ تھا، چھوٹی سی غلطی نہیں کہیں یا چھوٹی سی بات جو مشام کی بے وقوفی اور بچپن نے بہت بڑی کر دی، مگر اب سب کچھ سیٹ ہو چکا ہے اور یہ خوشخبری اسے کسی کو بتانی ہی نہ پڑی کہ ان دونوں کے جھگڑاتے چہرے بتانے کو کافی تھے، کہ محبت کی پری نے اپنی چھتری ہلا کر دونوں کو سحر زدہ کر دیا تھا۔

☆☆☆

ابن انشاء کی کتابیں

طنز و مزاح سفر نامے

○ اردو کی آخری کتاب،

○ آوارہ گرد کی ڈائری،

○ دنیا گول ہے،

○ ابن بطوطہ کے تعاقب میں،

○ چلتے ہو تو چین کو چلئے،

○ نگرانی گری پھر مسافر،

○ لاہور اکیڈمی ۲۰۰۵ سرکلر روڈ لاہور۔